ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

Digitized by Khilafat Library

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۴	بابت ماہ اپریل ۱۹۱۷ء مطابق جمادی الثانی	جلد ۱۲

فہرست مضامین

قیمت سالانہ [illegible] طالبات [illegible] غیر ممالک [illegible]

[illegible] عبد الرحمن [illegible] ضیاء الاسلام پریس قادیان [illegible] چوہدری عبد اللہ [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

کلوروڈاین

یہ انگریزوں کی ایک خانگی دوا ہے ریاحی درد مروڑ خواہ کسی صورت سے ہو اسکی ایک ہی دو خوراک سے باقی ہو اُڈن دست اور ہیضہ کے لئے یہ نہایت مفید ہے ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دواخانہ سے بنوایا ہی اور دیگر کلوروڈائن سے کہیں بہتر ہے اسلئے بازاری کلوروڈائن کو نہ خرید کر کے اس کلوروڈائن کو خریدیں

قیمت ۶ ر اور ایک درجن کے چار روپے محصولڈاک ۵ ر

دانت کے درد کی دوا

لگتے ہی درد مٹاتی ہے روتے کو ہنساتی ہے ایک باریک و مضبوط تنکے یا چینک کے سرے پر روئی لپیٹ کے اسے دوا میں ڈبو کر ٹھیک درد کے مقام پر لگائے اور اگر دانت کی جڑ میں درد ہو تو ذراسی روئی ڈبو کے اسمیں بھر دیں فوراً درد بند ہو جاتا ہے قیمت ۳ر محصولڈاک ایک سے ۳ شیشی تک ۶ ر

جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دواؤں سے بنایا گیا ہے اس سے ہر اقسام کے جلدی بیماری یعنے چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی چھاجن ابرس وغیرہ دفع ہوتے ہیں برص سے خراب ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے اس حالت میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ملتا اسوجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنیوالی دوا ایڈوڈائیز سارسا بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہیئے

قیمت فی شیشی ۸ ر محصولڈاک ایک سے چار تک ۵ ر سارسا قیمت عا محصول ۱۰ ر

ڈاکٹر ایس کے برمن کا جوہر پیپرمنٹ

یہ تو غالباً سب ہی لوگ جانتے ہیں کہ معمولی درد شکم میں جوہر پیپرمنٹ کو استعمال کیا کرتے ہیں مگر بازار کے جوہر میں دوسری چیزیں ملی ہوئی ہیں اسلئے وہ پورا نفع نہیں کرتا ہے یہ جوہر جاپان کے ایک مشہور کارخانہ سے طیار کراکے منگوایا گیا ہی اسلئے آدھے چاول کے برابر پان میں رکھکر کھانے سے منہ کی بدبو پیٹ کا درد ریاحی وغیرہ کو دور کریگا تیل میں ملاکر کنپٹی میں لگانے سے درد سر کے لئے بھی مفید ہے قیمت فی شیشی ۶ ر محصولڈاک وغیرہ ۵ ر

نوٹ۔ ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوافروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اپریل ۱۹۶۲ء

خطبۂ جمعہ

مؤلفہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام

"حضرت اقدس اپنے ابتدائی زمانہ میں لدھیانہ تشریف فرما تھے بعض خدام نے عرض کیا کہ حضور ہمیں کوئی خطبۂ جمعہ لکھدیں جو ہم سُنا دیا کریں حضور نے یہ خطبہ لکھدیا جو مجھے ایک دوست کی مہربانی سے ملگیا ۹۵ فیصدی احمدیوں کو تو اسکا علم بھی نہ ہوگا اسلئے محفوظ کرنے کے لئے۔ اسے تشحیذ میں دیا جاتا ہے امید ہے ناظرین فائدہ اٹھائینگے" (ایڈیٹر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ

پاک ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا اور اپنا کلام نازل کیا تا دنیا کے لئے

نَذِیْرَا ۙ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ

نذیر ہو۔ وہ پاک ذات ہے جو بادشاہ ہے آسمانوں کا اور زمین کا جس کا نہ کوئی

وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ

بیٹا ہے اور نہ کوئی اس کی بادشاہت میں شریک ہے۔ اور وہ وہ ہے جس نے کل چیزوں کو ایک مقدار

فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ

مناسب اور اندازہ موزون کیساتھ پیدا کیا۔ لوگوں نے اس معبود حقیقی کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرسکتے

شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا

بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ اور ان کو اپنی جانوں کے نفع و نقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں

وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ؕ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ

نہ اپنی موت و حیات اور پھر جی اٹھنے کی قدرت رکھتے ہیں — کل انسان موت کا مزہ چکھنے

الْمَوْتِ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۚ خَلَقَ

والے ہیں ہمیشہ زندہ اور باقی رہنے والی صرف تیرے رب کی ذات ہے جو صاحب جلال اور اکرام کا ہے اس نے

الْمَوْتَ لِيُثْبِتَ اَنَّهٗ لَا حَيَّ اِلَّا هُوَ ؕ وَخَلَقَ الضَّعْفَ لِيُثْبِتَ اَنَّهٗ لَا قَوِيَّ اِلَّا هُوَ ؕ

موت کو پیدا کیا تا معلوم ہو کہ ہمیشہ زندہ رہنے والا کوئی نہیں مگر وہی اور ضعف کو بنایا تا ظاہر ہو کہ قوی کوئی نہیں مگر وہی

وَخَلَقَ الْعَجْزَ لِيُثْبِتَ اَنَّهٗ لَا قَادِرَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحَانَهٗ مَا اَعْظَمَ شَانُهٗ ؕ اَثْبَتَ

اور عجز کو بنایا تا ثابت ہو کہ قادر کوئی نہیں مگر وہی۔ عجب پاک ذات ہے اور کیا ہی بلند شان ہے اسکی۔ اسنے

حَيَاتَهٗ بِمَوْتِ غَيْرِهٖ ؕ وَاَثْبَتَ قُوَّتَهٗ بِضُعْفِ غَيْرِهٖ

دوسروں کی موت سے اپنی دائمی زندگی ثابت کی اور دوسروں کے ضعف سے اپنی قوت کا اظہار کیا۔

وَاَثْبَتَ قُدْرَتَهٗ بِعَجْزِ غَيْرِهٖ ؕ تَفَرَّدَ فِيْ ذَاتِهٖ وَصِفَاتِهٖ

اور دوسروں کے عجز سے اپنی قدرت کا ثبوت دیا وہ یگانہ ہے اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں

وَقُوَّتِهٖ وَقُدْرَتِهٖ وَحَيَاتِهٖ لَا شَرِيْكَ لَهٗ فِيْهَا اَحَدٌ

اور اپنی قوت میں اور اپنی قدرت میں اور اپنی دائمی زندگی میں اور ان باتوں میں اسکا کوئی شریک نہیں

وَّاِنْ كَانَ نَبِيًّا اَوْ وَلِيًّا ؕ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

خواہ کوئی نبی ہو یا ولی ہو اور درود اور سلام ہے اس کے رسول

مُحَمَّدٍ اَفْضَلِ الرُّسُلِ وَسِرَاجِ السُّبُلِ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سب رسولوں سے افضل ہیں اور کل بھلائی کی راہوں کے روشن چراغ ہیں خاتم الانبیاء

وَاَحَبُّ الْعِبَادِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ

اور کل بنی آدم سے خدا کو عزیز و محبوب ہیں ـ اللہ تعالیٰ اور اسکے ملائک اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ط

بھیجتے ہیں تم بھی اے ایمان والو! اپنے نبی پر محبت اور سچے دل سے درود اور سلام بھیجو

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا خَادِمِي الدِّيْنِ لِلّٰهِ وَصَلُّوْا خَاشِعِيْنَ

اے ایمان والو! خدا کے لئے خدا کے دین کے خادم بنجاؤ ـ اور خشوع اور خضوع کیساتھ نماز پڑھو

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ط

اور خدا کے نہایت فرمانبردار بندے ہوجاؤ اور ہرگز نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو یعنی حدود اسلام

اِنَّ الْمَوْتَ قَرِيْبٌ مَا نَجَا مِنْهُ نَبِيٌّ وَّلَا وَلِيٌّ ط وَلَوْ كَانَ

بلاشبہ موت قریب ہے اور موت سے آج تک کسی نے نجات نہیں پائی نہ کسی نبی کو چھوڑا نہ کسی ولی کو ـ اگر کوئی

اَحَدٌ مِّنَ الْاَحْيَاءِ لَكَانَ نَبِيُّنَا وَسَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ

فرد بشر موت سے نجات پاتا تو یقیناً اس کے رب سے زیادہ مستوجب اور مستحق ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ

الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط يٰاَيُّهَا النَّاسُ لَا تَغْلُوْا

صلی اللہ علیہ وسلم تھے ـ اے لوگو! اپنے قولوں میں حد سے نہ بڑھو

فِيْ قَوْلِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا اِلَّا الْحَقَّ وَلَا تَقُوْلُوْا بِعِيْسٰى

اور جو بات کہو حق کہو اور یہ بات ہرگز اپنے منہ سے نہ نکالو کہ عیسےٰ ؑ

عَلَيْهِ السَّلَامُ حَيًّا بَلْ هُوَ مَاتَ وَتُوُفِّيَ وَرُفِعَ وَاُدْخِلَ

بجسد عنصری زندہ ہیں بلکہ وہ مر گئے اور ان کی روح پاک قبض کی گئی اور عزت کیساتھ

فِيْ عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ الَّذِيْنَ مَاتُوْا مِنْ قَبْلِهٖ وَكَيْفَ

آسمان پر اٹھائے گئے اور وہ ان صالحین کی جماعت میں داخل کئے گئے جو ان سے پہلے اس دار فنا سے کوچ کر گئے

تُنْكِرُوْنَ بِمَوْتِ الْمَسِيْحِ وَقَدْ تَقْرَءُوْنَ ذِكْرَ وَفَاتِهٖ

ہیں مسیح ؑ کی موت کا تم کیونکر انکار کرتے ہو ـ جب کہ تم قرآن کریم میں ان کی وفات کا ذکر پڑھتے

فِي الْقُرْاٰنِ وَلَا تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۵ ط

ہو حق بات کو نہ چھپاؤ جب کہ تمہیں معلوم ہے

اے ایمان والو! [illegible]

خطبہ دوم

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو کہ زلزلہ قیامت ایک نہایت ہولناک گھڑی

عَظِيمٌ ۞ كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِالسَّاعَةِ وَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا

ہے تم اس ساعت کا انکار کرتے ہو۔ حالانکہ اسکی بڑی علامتیں ظاہر ہو چکیں

وَقَدْ جَاءَ الْمَسِيحُ الَّذِي بُشِّرَ لَكُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكُمْ

اور بالتحقیق وہ مسیح جس کے آنے کی تمہیں بشارت دی گئی تھی تم میں آ گیا اور تمہارے رب کی

صِدْقًا وَعَدْلًا فَاشْكُرُوا اللّٰهَ وَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَكُونُوا

بات نہایت سچائی اور عدل کے ساتھ پوری ہو گئی خدا کا شکر کرو اور مسیح موعود کی پیروی کرو

أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُلَاقُوا رَبِّكُمْ وَأَنَّكُمْ إِلَيْهِ

سب سے پہلے منکر تم ہی نہ بنو یاد رکھو خدا کے سامنے ہونا ہے اور اسی کی

رَاجِعُونَ ۞ يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَرُدُّوا نِعْمَتَ رَبِّكُمْ وَاتَّقُوا

طرف پھر جانا ہے اے لوگو اپنے رب کی نعمت کو رد نہ کرو۔ اور اس قوم کے حالات سے

مِنْ أَمْثَالِ قَوْمٍ كَانُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ وَصَلُّوا عَلَى

عبرت حاصل کرو جو خدا کی ناشکری اور انکار سے ذلیل بندر بنائی گئی اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نَبِيِّكُمْ وَاعْدِلُوا فِي كُلِّ أَمْرِكُمْ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ

پر درود بھیجو اور کل امور میں طریق عدل اختیار کرو۔ دیکھو خدا تعالیٰ حکم عدل اور احسان اور ایتاء

وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ

ذی القربیٰ کا حکم دیتا ہے اور فحش باتوں اور گناہ کے کاموں اور سرکشی کے طریقوں سے

وَالْبَغْيِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ فَإِلَيْهِ تَبَتَّلُوا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ

منع فرماتا ہے۔ اول اور آخر سب تعریفیں اسی کو ہیں اسی کے ہو رہو اے مومنو! فقط

ہمارا ترجمہ قرآن کیسا ہو؟

منقول از البدر ۲۳ اکتوبر ۳ ستمبر ۲۹ اکتوبر و ۵ نومبر ۱۹۰۳ء

حضرت مسیح موعودؑ - میرا خود بھی یہ ارادہ ہے کہ ایک ترجمہ قرآن شریف کا ہمارے سلسلہ کی طرف سے نکلے۔

محمد عبد الحق - اسکی ضرورت کو یورپین لوگوں میں مجھ سے زیادہ کوئی اور محسوس نہیں کر سکتا الخ

حضرت مسیح موعودؑ صرف قرآن کا ترجمہ اصل میں مفید نہیں جبتک اسکے ساتھ تفسیر نہ ہو مثلاً غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی نسبت کسی کو کیا سمجھ آسکتا ہے کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جب تک کہ کھولکر نہ بتلایا جائے اور پھر یہ دعا مسلمانوں کو کیوں سکھائی گئی اسکا یہی منشا تھا کہ جیسے یہودیوں نے حضرت مسیح کا انکار کرکے خدا کا غضب کمایا ایسا ہی آخری زمانے میں اس امت نے بھی مسیح موعود کا انکار کرکے خدا کا غضب کمانا تھا اسلئے اول ہی ان کو بطور پیشگوئی کے اطلاع دیگئی کہ سعید روحیں اسی وقت غضب سے بچ سکیں"۔

مندرجہ بالا سوال و جواب سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کس قسم کا ترجمہ قرآن اور تفسیری نوٹ اپنے سلسلہ احمدیہ کی طرف سے پسند فرماتے تھے اور اس سے نہ صرف طرز تبلیغ جو یورپ میں ہمیں اختیار کرنی چاہئے واضح ہے (یعنی مسیح موعود کا ذکر ضرور ہو) بلکہ یہ بھی بتادیا کہ مسلمانوں کے افادہ کے لئے جو ترجمہ ہو۔ اسمیں بھی انہیں مسیح موعود کی طرف بار بار توجہ دلائی جائے یہانتک کہ انہیں سمجھایا جائے کہ کافر کہنے سے نہیں بلکہ مسیح موعود کا محض انکار کرنے سے انسان یہود کی طرح خدا کے غضب میں آجاتا ہے۔

واللہ یعصمک من الناس

عیسائیوں کی طرف سے اعتراض ہے کہ رسول اللہ صلعم کو زہر دیا گیا اور آپکی وفات اسی کے اثر سے ہوئی۔ اسکا مختصر جواب حضرت خلیفہ ثانی نے ایک دوست کو لکھایا۔" (ایڈیٹر)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا تھا مگر آپنے کھایا نہیں اللہ تعالیٰ نے کسی ذریعہ سے آپکو اطلاع دیدی منہ تک لقمہ لیگئے تھے پھر پھینکدیا۔

اسی طرح یہ بھی غلط ہے آپکو کوئی مرگی کا دورہ زہر کھانیکے بعد ہو گیا۔ آپکو مرگی کا دورہ بھی نہیں ہوا لقمہ منہ میں جو رکھا اسکے اثر سے گردن کے پٹھوں پر کچھ اثر ہوا تھا مگر نہ آپنے کھایا نہ اسکا کوئی نیا اثر ہوا۔ قرآن شریف کی کوئی آیت منسوخ نہیں سب آیتیں قابل عملدرآمد ہیں پس جب کوئی منسوخ ہی نہیں تو منسوخ آیت کے معلوم کرنے کے لئے کسی معیار کی بھی ضرورت نہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جس قدر معجزات ظاہر ہوئے اسکی نظیر کسی نبی کے معجزات میں نہیں پائی جاتی جو شخص یہ کہتا ہے کہ رسول کریم نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا وہ غلطی پر ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آدمی کہنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ آپنے کوئی معجزہ نہیں دکھایا پہلے نبی بھی آدمی تھے اگر کسی آدمی کے ہاتھ پر کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوتا تو پہلے نبیوں کے ذریعہ معجزات کا ظہور کس طرح ہوا۔ اسلام کے معنے فرمانبرداری ان معنوں سے جسقدر نبی گزرے ہیں سب مسلم تھے ہاں جس صورت میں کہ اسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ اسکے پابند نہ تھے ان کے لئے الگ شریعتیں تھیں جو قرآن کریم سے پہلے نازل ہوتی رہیں والسلام

ایک معزز دوست کے سوالات کے جواب

ناظرین کرام ایک معزز دوست کے خط نے ہمیں اس مضمون کے لکھنے پر آمادہ کیا ہے انہوں نے چند سوالات نقل کئے ہیں جو مع سوال و جواب ذیل میں درج کئے جاتے ہیں وما توفیقی الا باللہ

بیہقی میں من السماء کا لفظ

(۱) ایک مولوی نے کہا کہ بیہقی کتاب الجوائز والصلوٰۃ میں جو حدیث نزول مسیح کی ہے اسمیں من السماء کا لفظ موجود ہے یعنے کیف انتم اذا انزل ابن مریم فیکم من السماء

پہلا جواب

جواباً عرض ہے کہ بیہقی ایک ایسی عنقا صفت کتاب ہے کہ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ جو مولوی بھی مذکورہ بالا حدیث کو اسی کی طرف منسوب کرتا اور پھر اسکو بطور سند ہمارے مقابلہ میں پیش کرتا ہے وہ اس کتاب کی صورت شکل سے ہی ناواقف محض ہے چہ جائیکہ اس نے مذکورہ بالا حدیث کو اس کتاب میں بچشم خود مندرج پایا ہو۔ پس ایک ایسی کتاب جو کالمعدوم کا حکم رکھتی ہے اسکی کسی حدیث کو بطور سند پیش کرنا دیانتداری کے بالکل خلاف ہے۔

دوسرا جواب

خصوصاً جبکہ وہی حدیث بخاری میں (جسکو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا رتبہ دیا گیا ہے) بھی آئی ہے اور اسمیں من السماء کا لفظ موجود نہیں۔ پس ایک ایسی صحیح حدیث کو نظر انداز کر کے ایک موہوم اور ظنی حدیث کو مع زیادہ بطور سند پیش کرنا کسی صاحب انصاف کے نزدیک صحیح امر نہیں وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ حق اور یقین کے مقابلہ میں ظن کی کیا وقعت ہو سکتی ہے ہاں اگر معترضین اس عنقا کی تلاش میں کامیابی حاصل کرلیں پھر ان کی پیشکردہ حدیث بھی اسمیں انہی الفاظ میں لکھی ملجائے تو پھر کسی قدر غور بھی کیا جاسکتا ہے۔ فی الحال سوال اول کے جواب میں تو ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ابن ماجہ کی حدیث معراج

(۲) ابن ماجہ میں ایک حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے شب معراج میں آنحضرت صلعم نے قیامت کے بارہ میں انبیاء کرام سے دریافت کیا کہ قیامت کب ہوگی۔ دوسروں نے لاعلمی ظاہر کی مگر عیسےٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرا نزول اب قیامت میں

مقدم ہے ان دونوں حدیثوں سے اگر کوئی رفع مسیح بجسد عنصری کا استدلال کرے تو کیا جواب دیا جائے

گفتگو ثبوت حیات بجسد عنصری نہیں

حدیث اول کے متعلق تو ہم اوپر لکھ آئے ہیں رہی ابن ماجہ کی حدیث اگر ابن ماجہ کی حدیث سے مسیح کا بجسم عنصری مرفوع ہونا ثابت ہوتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ دیگر انبیاء کو بھی جن سے آنحضرت صلعم نے اسی طرح گفتگو کی جس طرح کہ حضرت عیسے سے مرفوع بجسدہم العنصری تسلیم نہ کیا جائے اگر باوجود اس کے باقی انبیاء بمعہ جسم عنصری مرفوع نہیں ہوئے تو کس امتیازی نشان کی بنا پر مسیح کو اس حالت سے علیحدہ رکھا جاتا ہے جس حالت میں کہ دیگر انبیاء آسمان پر موجود ہیں۔

حدیث کو قرآن مجید سے مقدم نہ کرو

خصوصاً جبکہ قرآن کریم میں خدا تعالے نے خصوصیت کے ساتھ حضرت عیسےؑ کی وفات کا ذکر بوضاحت کر دیا ہے بخوف طوالت صرف ایک آیت قرآنی ذیل میں درج کیجاتی ہے جسمیں حضرت عیسےؑ اپنی زبان سے اپنی وفات کا اقرار کرتے ہیں اور اس بیان کا راوی وہ ذات پاک ہے جس کی طرف کوئی غلطی اور سہو منسوب نہیں ہوسکتا اور ابن ماجہ کی حدیث کے راوی ایسے وجود ہیں جن کے متعلق خدا تعالے فرماتا ہے خلق الانسان ضعیفا۔ پس انسانوں کی روایت کو خدا تعالے کی روایت پر ترجیح دینا سخت بے انصافی ہے اور حدیث کا بھی یہی تقاضا ہے کہ وہ حدیث جو واقعہ میں آنحضرت کا ہی فرمان ہے۔ قرآن کے بیان کے خلاف نہیں ہو سکتی۔ ہاں طریق ادب یہ ہے کہ جو حدیث قرآنی آیت سے بظاہر ٹکراتی ہو اسکو معقولی رنگ میں قرآن کے مطابق کرنا چاہئے اور واعتصموا بحبل اللہ پر عمل کر کے قرآن کریم کی یقینی بات پر ایمان لانا چاہیئے کیونکہ حدیث وہ چیز ہے جسے راویوں کے اعتبار پر آنحضرت کا کلام کہا جاتا ہے محدثین نے بہت چھان بین کی ہے مگر وہ بھی آخر انسان تھے انکی یہ شان نہیں کہ وہ غلطی سے مبرا ہوں یہی وجہ ہے کہ اکثر اولیاء نے لکھا ہے کہ کئی حدیثیں ہیں جن کو اسناد کے لحاظ سے ضعیف کہا جاتا ہے لیکن آنحضرت نے ہمکو کشفی رنگ میں بتایا کہ وہ صحیح ہیں اور کئی حدیثیں اسناد کے لحاظ سے صحیح اور مرفوع ہیں لیکن آنحضرت نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ غلط ہیں یونہی میری طرف منسوب کی گئی ہیں ایسے لوگ بہت ہو گزرے ہیں جنھوں نے حدیث موضوع کو باسناد صحیح آنحضرت کی طرف منسوب کر دیا بعض کو تقوی اللہ نصیب ہوا۔ اور انہوں نے اپنی موضوعات پر محدثین کو مطلع

کردیا جنکو محدثین نے علیحدہ کردیا لیکن جو مطلع کئے بغیر مرگئے انکی موضوعات کو صحیح حدیث سے علیحدہ کرنے کے لئے یہی طریق ہوسکتا ہے کہ احادیث کو قرآن پر عرض کیا جائے اگر قرآن کے مطابق ہو یا کم از کم قرآن کے خلاف نہ ہو۔ اسکو صحیح تسلیم کیا جائے اگر کسی مخالف حدیث کے معنے قرآن کے مطابق ہوسکیں۔ تو اسکی صحیح معنوں میں تاویل کرنی چاہئے۔ پس اگر ابن ماجہ کی حدیث سے کسی کو یہ سمجھ آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو خدا تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ کی زبانی قرآن کریم میں یہ روایت کی ہے کہ وہ وفات پا گئے ہیں ایسا شخص اس یقینی روایت سے اپنی سمجھ کی اصلاح کرلے اور اس حدیث کے متعلق طریق ادب یہ اختیار کرے کہ اسکے ایسے معنے کرے جو قرآن کے خلاف نہ ہوں۔

مرنے کے بعد پاک روحیں اعلیٰ علیین پر

اصلی بات یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی مومن وفات پاتا ہے تو ملائکہ اسکی روح کو بڑی عزت کے ساتھ آسمان پر لیجاتے ہیں اور اسکے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں

اور ان اللہ یرفع بھذا القرآن اقواما (مشکوٰۃ) اور من تواضع للہ یرفعہ (بخاری) کے مطابق اللہ تعالیٰ متواضع افراد مومنین کو اعلیٰ علیین میں جگہ دیتا ہے اسلئے آنحضرتؐ نے بھی وفات کے وقت آسمان کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا۔ بالرفیق الاعلےٰ کہ الٰہی مجھے بھی بعد وفات دیگر ان رفیقوں میں ملادے جنکو تو نے اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت کرکے اعلیٰ مرتبہ بخشا ہے تو آنحضرت نے شب معراج میں انہی رفقاء سے ملاقات کی تھی جو فوت ہوچکے تھے اور عیسےٰ علیہ السلام نے جو انہی فوت شدہ انبیاء میں سے تھے آنحضرت کو فرمایا فانزل پھر میرا نزول ہوگا

از روئے قرآن کریم مردے واپس نہیں آتے

اب ظاہر ہے کہ قرآن کریم کی رو سے مردوں کا زندہ ہوکر دوبارہ دنیا میں آنا ممنوع ہے چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ثم انکم بعد ذلک لمیتون ثم انکم یوم القیٰمۃ تبعثون کہ مرنے کے بعد پھر تم قیامت کو ہی اٹھائے جاؤ گے پھر فرماتا ہے ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون کہ جو مرچکے ہیں ان کے اور دنیا کے درمیان روک ہے جو دوبارہ دنیا میں آنے سے ان کو روکتی ہے پھر فرماتا ہے وحرام علیٰ قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون کہ جو مرگئے ہیں ان کا دوبارہ دنیا میں لوٹ کر آنا حرام اور ممنوع ہے۔ اور حضرت جابر کے والد کا قصہ آنحضرتؐ کی زبانی اس آیت کی پوری تشریح کردیتا ہے جبکہ اللہ تعالےٰ نے ان شہدا سے جنہیں …

چاہے کہ اللہ بھی تھے فرمایا کہ میں اسقدر خوش ہوں کہ جو کچھ تم چاہو مجھ سے مانگو میں تمکو دونگا شہدا نے درخواست
کی کہ ہمیں پھر دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں آپ بھیجیں پھر ہم آپکی راہ میں جانیں دیں لیکن خدا تعالے نے باوجود اپنے
وعدے کے کہ جو کچھ تم مانگوگے میں تمکو دونگا یہ جواب دیا سبق القول منی انہم لا یرجعون - تمہاری یہ درخواست
تو ہمارے اس قانون کو توڑتی ہے جو ہمنے قرآن میں صح فرمایا ہے کہ جو مر جائے اسکو دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجا
جائیگا پس تمہاری یہ درخواست منظور نہیں کیجا سکتی گویا اس آیت کی تفسیر خود خدا تعالے نے یہ بیان فرما
دی کہ مرے دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتے پھر خدا تعالے فرماتا ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتہا
والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل
مسمّی کہ اللہ تعالے دو وقت روح قبض کرتا ہے ایک سونے کے وقت اور ایک موت کے وقت جو موت
کے وقت قبض کرتا ہے اسکو پھر دوبارہ نہیں بھیجتا بلکہ روک رکھتا ہے اور جو نیند کے وقت قبض کرتا ہے اسکو
مقررہ میعاد تک واپس کر دیتا ہے

فانزل سے کیا مراد ہے

پس عیسٰی ع کے قول فانزل کے یہ معنے ہرگز نہیں ہو سکتے کہ وہ خود دوبارہ دنیا میں
آئینگے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے فانزل کے ساتھ من السماء نہیں فرمایا جس کا مطلب
یہ ہے کہ اسوقت میرا مثیل پیدا ہوگا جو صعود کے مرتبہ پر پہنچکر خدا کے حکم سے مخلوق کی طرف نزول کریگا یعنے
اسکو پیغام رسالت دیا جائیگا چنانچہ زرقانی جلد صفحہ ۴۱ میں لکھا ہے ان عیسٰے یاتی نواحد من
ہذہ الامۃ کہ جس عیسٰی نے آنا ہے وہ اسی امت کا ایک فرد ہوگا -

انبیا قبل بعثت مخلوق سے قطع تعلق کر کے ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور خدا سے کامل
تعلق پیدا کر لیتے ہیں - اس صعود کے بعد خدا تعالے ان کو مخلوق کی طرف متوجہ کرتا ہے تا اپنے نزول سے وہ
دیگر مخلوق خدا کو بھی تعلق باللہ کا شرف حاصل کرائیں اسلئے آنحضرت صلعم کے متعلق بھی خدا تعالے فرماتا ہے
انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً کہ اللہ تعالے نے تمہاری طرف آنحضرت کو نازل فرمایا ہے - پس جس
رنگ میں آنحضرت کا نزول ہوا اسی رنگ میں مثیل مسیح کا بھی نزول مقدر تھا - اور اسکا وہ میں مثیل کو بھی اصل
کے حکم میں داخل کر لیا جاتا ہے چنانچہ آیت آخرین منہم میں آنحضرت کا دوبارہ مبعوث ہونا ثابت ہوتا ہے -
لیکن حال موعود مثیل محمدی جو سلمان فارسی کی نسل سے ہے اور واذ نجینٰکم من آل فرعون میں خدا تعالے
نے آنحضرت صلعم کے زمانہ کے بنی اسرائیل کو فرعون کے زمانے کے بنی اسرائیل قرار دیا ہے حالانکہ یہ انکے

مثیل تھے اسلئے حضرت مسیح نے بھی اپنے مثیل کے آنے کو اپنا آنا قرار دیا ہے پس ثابت ہوا کہ نہ تو حضرت مسیح بجسد عنصری زندہ آسمان پر موجود ہیں اور نہ وہ خود دوبارہ دنیا میں تشریف لائینگے بلکہ ان کے مثیل نے آنا تھا۔ سو وہ وعدہ کے مطابق آگیا۔

امتوں کے اعمال ان کے نبی کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں

اسکی تفصیل یہ ہے کہ بعد وفات انبیاء علیہم السلام پر انکی امتوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں جس سے اس ارحم الراحمین کا منشا یہ ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو مجسم ہمدردی ہوتے ہیں۔ اپنی امتوں کی لغزشوں سے اطلاع پاکر حق تعالےٰ سے ان کے لئے دعا کریں اور وہ ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخش کر انکی عزت افزائی کرے اور انکی امتوں کو راہ ہدایت پر قائم کرے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو۔ ملائکہ کے ذریعہ مجھے پہنچایا جاتا ہے اس کے عوض میں میں تمہارے لئے سلامت روی کی دعا کرونگا (مشکوٰۃ) اور فرمایا جو قوم اپنے نبی پر درود نہیں بھیجتی۔ ان کا یہ طریق عمل انپر وبال ہوجاتا ہے۔ اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے احسانات اسقدر ہوتے ہیں کہ ان سے انکا امتی کسی طرح سبکدوش نہیں ہو سکتا مگر پھر بھی وہ ایسے غیور ہوتے ہیں کہ کسی کا تھوڑا سا احسان بھی اپنے ذمہ نہیں رہنے دیتے۔

اس سے انبیاء کو دعا کی تحریک ہوتی ہے

اسلئے جو انپر درود بھیجتا ہے اسکے واسطے خصوصیت کے ساتھ وہ دعا کرتے ہیں اور قرآن کریم سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شہداء اس بات کے آرزومند رہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی طرح ان کو ان کے پسماندوں کے حق میں یہ بشارت دے کہ جس طرح وہ خود خوش اور بےغم ہیں یہ نعمت ان کو بھی حاصل ہو چنانچہ قولہ تعالےٰ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم ان لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون۔ شہداء بشارت چاہتے ہیں ان لوگوں کے حق میں جو دنیا میں ہیں اس بات کی کہ ان پر بھی کوئی خوف اور حزن نہیں۔ پس انبیاء علیہم السلام تو افضل الشہداء ہیں اسلئے وہ بھی اپنی امتوں کے لئے دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ ان کو خوف حزن سے نجات دے اور گمراہی سے بڑھکر اور کوئی خوف کا مقام نہیں کیونکہ تمام غم والم اسی کی پاداش میں انسان کو پہنچتے ہیں پس وہ مجسم ہمدردی یعنی انبیاء خدا تعالےٰ کے آستانے پر گرتے اور اپنی امتوں کی سلامتی اور رہنمائی کے لئے عجز کیا کرتے ہیں۔

انبیاء اپنی امت کو گمراہی سے بچانے کیلئے خود آنا چاہتے ہیں

اور ویستبشرون بنعمة من اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ سے بعثت انبیاء کی بھی درخواست کرتے ہیں کیونکہ خدا تعالےٰ نے سب سے بڑی نعمت بعثت انبیاء کو قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ شہداء دنیا میں دوبارہ آنے کی درخواست کرتے ہیں انبیاء کی بھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ خود دنیا میں آکر اپنی امتوں کی اصلاح کریں۔

خود آنا خلاف سنت ہے اسلئے انکا بروز مبعوث ہوتا ہے

مگر چونکہ یہ اسکے وعدہ انہم لا یرجعون کے خلاف ہے اسواسطے خدا تعالےٰ دنیا میں انکے بروز اور مثیل پیدا کر دیتا ہے جو ان کے پیشوا اور مقتدا بنکر ان کو سلامتی کی راہ پر چلاتے ہیں اور اس طرح ان کو اس بڑے خوف اور حزن سے نجات دلا کر جنت النعیم کے وارث بنا دیتے ہیں۔ غرض اس طرح ان فوت شدہ انبیاء کی دعائیں عملی جامہ پہنتی ہیں۔ کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ وہ دنیا کو گمراہی سے نکالکر راہ راست پر چلانے کے لئے انبیاء کو مبعوث کرتا ہے۔

خاتم النبیین تمام نبیوں کے قائمقام

آنحضرت کے زمانہ میں تمام انبیاء کی امتیں بگڑ چکی تھیں وہ اپنے آپکو انکا مطیع سمجھتی تھیں لیکن درحقیقت ان کی اطاعت سے دور جا رہی تھیں خدا تعالےٰ نے تمام انبیاء فوت شدہ کی متفقہ دعا کو شرف قبولیت بخش کر آنحضرت جیسا جامع جمیع کمالات انبیاء تمام نبیوں کی امتوں کی راہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا اور چونکہ آنحضرت کو علم دیا گیا تھا کہ آخری زمانہ میں امت دعوت کو کیا امت اجابت بھی بدترین مخلوق ہو جائیگی۔

آخری زمانہ کا رسول تمام رسولوں کا قائمقام

اسلئے آیت و آخرین منھم لما یلحقوا بھم میں خدا تعالیٰ نے آخری زمانہ میں آنحضرت کی دوبارہ بعثت کا ذکر فرمایا۔ اور دراصل وہ آنحضرت کے مثیل کی پیشگوئی ہے اسلئے ابن ماجہ کی حدیث میں جو حضرت عیسٰے نے اپنے نزول کی خبر دی ہے تو اس سے مراد انکا مثیل ہے کیونکہ آنیوالا آنحضرت کا بروز ہونے کے باعث جو تمام انبیاء کے جامع تھے حضرت عیسٰے کا بھی بروز ہے اور مثیل بھی اسلئے خدا تعالیٰ نے بھی واذا الرسل اقتت فرما کر آنے والے کو بھی تمام انبیاء کا قائمقام قرار دیا ہے

مسیح نے اپنے نزول کا خصوصیت سے ذکر کیوں کیا

لیکن انہوں نے اپنے مثیل ہو کر آنے کی خبر خصوصیت کے ساتھ اسلئے دی کہ آپکی امت نے تمام امتوں سے بڑھکر ہدایت فی الدین کا محتاج ہونا تھا اسلئے ان کو اپنی امت کی زیادہ فکر تھی جس کیوجہ سے انہوں نے خصوصیت کے ساتھ اپنے نزول کا ذکر فرمایا۔

عیسیٰ نے یہ کیوں نہ کہدیا کہ میرا مثیل آئیگا

اگر کوئی کہے کہ جب انہوں نے خود نازل نہیں ہونا تھا تو کیوں یہ نہ فرمادیا کہ میرا مثیل آئیگا کسی کو دھوکا بھی نہ لگتا اسمیں یہ حکمت ہے کہ جس توجہ اور فکر سے انسان اپنا کام آپ کرتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا مثیل کے لفظ میں چونکہ ایک قسم کی دوئی پائی جاتی ہے اس خیال سے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ وہ مثیل مسیح مسیح کی قوم کی اصلاح میں شائد کامیابی حاصل نہ کر سکے جیسا کہ حضرت ہارون کی مثال موجود ہے جبکہ موسیٰ طور پر چلے گئے اور ان کو اپنا قائم مقام بنا گئے لیکن ان کو کامیابی نہ ہوئی

کسی قدر اخفاء ضروری تھا

مسیح نے اسکا اپنا آنا بیان فرمایا تا کہ یہ خیال پیدا نہ ہو سکے اور قرآن کریم کو تدبر کی نگاہ سے دیکھنے والے کو اس سے دھوکا ہرگز نہیں لگ سکتا جبکہ اسمیں صاف لکھا ہے کہ مسیح فوت ہو چکے ہیں اور مردوں کا دوبارہ دنیا میں آنا ممنوع اور سنت اللہ کے خلاف ہے اور اگر کسی قدر اخفاء نہ رکھا جاتا۔ تو کلام الٰہی پر کوئی تدبر ہی نہ کرتا جبکہ بطور تنبیہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا اسلئے خدا تعالےٰ نے مومنوں کی عقل اور فراست بڑھانے کے لئے قرآن کریم میں ایسی طرز رکھی ہے کہ سرسری نظر سے دیکھنے والا اسکی تہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ ٹھوکر کھاتا ہے اور جو اسے گہری نظر سے دیکھتا اور تدبر کرتا ہے خدا تعالےٰ اسکو انشراح صدر عطا فرماتا ہے یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّ یَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا کا یہی مطلب ہے۔ اور تدبر کے ذریعے جو علم انسان کو حاصل ہوتا ہے وہ اس کے دلمیں گڑ جاتا ہے اور وہ کسی کے اغواء سے اس راسخ عقیدہ کو ترک نہیں کرتا۔ اور آنحضرت بھی چونکہ خدا تعالےٰ کے مظہر ہیں اسلئے ان کے کلام میں بھی تدبر کی ضرورت ہے۔ خدا تعالےٰ غیر احمدیوں کو بھی تدبر فی القرآن کی توفیق بخشے۔

تیسرا سوال جو معزز دوست نے نقل کیا ہے یہ ہے کہ معراج جسمانی کے اثبات میں اسلاف کے مولوی اکثر پیش کرتے ہیں کہ اسریٰ بعبدہٖ میں عبد کا لفظ جسم مع الروح دونوں پر بولا گیا ہے اول تو وہ آیت جس میں اسریٰ بعبدہ کا فقرہ ہے اسمیں آسمان کا کہیں ذکر نہیں پھر یہ کس طرح ثابت ہو گیا کہ آنحضرت بجسد عنصری آسمان پر گئے تھے۔

اور پھر اسکا کیا ثبوت ہے کہ عبد روح اور جسم عنصری دونوں کے مجموعے پر بولا جاتا ہے بلکہ قرآن کریم میں لکھا ہے یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (ترجمہ) اے اطمینان یافتہ روح اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے پس میرے عباد میں شامل ہو جا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بعد وفات مومن کی روح آسمان کی طرف بڑی عزت سے اٹھائی جاتی ہے اور وہاں مومنوں کو مرتبے دئے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں ان ارواح پر عباد کا لفظ بیان فرمایا اور مرنے والے مومن کی روح کو ان پاکیزہ ارواح میں شامل ہونے کی خوشخبری دی ہے اور دعاء جنازہ میں آنحضرت نے صرف جسم پر جس میں روح نہیں عبد کا لفظ استعمال کیا ہے اللھم عبدک ابن عبدک کان تشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمداً عبدک ورسولک وانت اعلم بہ منی۔ پس یہ استدلال کسی طرح درست نہیں ہو سکتا کہ چونکہ اسریٰ بعبدہ میں عبد جسم اور روح دونوں پر بولا گیا ہے اسلئے آنحضرت کا معراج جسم عنصری کے ساتھ ہوا یہ ایک من گھڑت بات ہے جو کچھ وقعت نہیں رکھتی۔

دوسرے یہ کہ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت کا معراج جسم مع الروح دونوں کے ذریعہ ہوا تو بھی کوئی حرج نہیں۔ ناظرین نے بارہا رؤیا میں دیکھا ہوگا کہ دور دراز ملکوں کی انہوں نے سیر کی ہے مگر کیا انکی یہ نقل و حرکت اس عنصری جسم کے ساتھ ہوتی ہے؟ نہیں بلکہ اس عالم کا جسم اسی عالم میں رہتا ہے اور روح کو دوسرے عالم کے مطابق دوسرا جسم عطا ہوتا ہے لیکن چونکہ آنحضرت کی روح نہایت پاکیزہ اور لطیف تھی اسلئے آپ کی روح کو معراج کی رات نہایت اعلیٰ اور نورانی جسم عطا ہوا پس اس لحاظ سے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آنحضرت کا معراج جسم مع الروح ہوا مگر وہ یہ عنصری جسم نہ تھا بلکہ ایک اور نورانی جسم آپکو عطا ہوا صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۸۳ میں لکھا ہے۔ قال واستیقظ وھو فی المسجد الحرام کہ معراج کے سارے نظارے کے بعد آپ بیدار ہوئے جس سے صاف معلوم

ہوتا ہے کہ آپکی سیر معراج بذریعہ رؤیا ہوئی ورنہ ماننا پڑیگا کہ حضرت بلال نے بھی بجسم عنصری معراج آسمانی کا شرف حاصل کیا بلکہ آنحضرت سے بھی وہ سبقت لے گئے کیونکہ آنحضرت نے اپنے آگے آگے حضرت بلال کی جوتیوں کی آہٹ سنی اور اسکو دیکھا۔ بخاری کتاب الامارۃ صفحہ ۲۹۲۔ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمنے یہ جواب لکھا ہے۔ خدا تعالیٰ اسکو مفید اور بابرکت کرے آمین (خاکسار حافظ جمال احمد)

مکالمۂ شیعہ و احمدی

نمبر ۳

(از دست نہ جناب منشی غلام حسین صاحب فداؔ بھیروی)

شیعہ۔ جناب رسول صلعم نے حضرت علی علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے علی منی و انا منہ یعنی علی مجھ سے ہے اور میں علی سے۔ نیز فرمایا ہے کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ یعنے جس کا میں مولا ہوں علی اسکے مولا ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسروں سے بڑھکر آپ ہی خلافت رسول کے مستحق تھے۔

احمدی۔ دونوں حدیثوں سے جناب علی علیہ السلام کا آنحضرت صلعم کے ساتھ کمال قرب و اتحاد و اخوۃ دینی و دنیوی ظاہر ہوتی ہے اور اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں لیکن اگر ان الفاظ سے خلافت کا استحقاق نکالا جائے تو شیعوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ سوائے جناب علی کے دوسرے بزرگان دین کے حق میں بھی ایسے کلمات احادیث میں وارد ہیں چنانچہ آنحضرت صلعم نے اپنے عم محترم عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا۔ العباس[1] منی و انا منہ۔ دیکھو مشکوٰۃ باب مناقب اہلبیت النبی بروایت ترمذی۔ یعنے عباس مجھ سے ہے اور میں عباس سے۔

پھر ایک صحابی جلیبیب کے حق میں فرمایا ہے ھذا منی و انا منہ۔ ھذا منی و انا منہ مسلم معہ شرح نووی۔ باب فضائل جلیبیب رضی اللہ عنہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۵ مطبعہ احمدی دہلی ۱۳۱۹ھ یعنے یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے۔

اور مولا کے معنے بھی دوست کے ہیں چنانچہ آپ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا ہے انت اخونا و مولانا۔ دیکھو بخاری کتاب المناقب و العمرۃ و الصحابۃ جلد اول صفحہ ۳۰۴ یعنے اے

[1] عباس مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

زید تو ہمارا بھائی اور دوست ہے فتدبر

شیعہ - جناب علی علیہ السلام کو جنگ تبوک کے موقعہ پر فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ - پس جس طرح ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہوئے اسی طرح جناب علی بھی رسول صلعم کے خلیفہ ہیں - اگر دوسرے مستحق خلافت ہوتے تو ان کو بھی خلیفہ بنایا جاتا

احمدی - ہمکو اس سے انکار نہیں کہ جس طرح ایک خاص وقت کے لئے ہارون علیہ السلام موسیٰ کے خلیفہ بنائے گئے تھے اسی طرح جناب علی علیہ السلام بھی تبوک کے وقت بنائے گئے لیکن اس سے کوئی خاص استحقاق خلافت کا اور علی الخصوص خلیفہ بلا فصل ہونے کا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہو تو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا ڈبل استحقاق ثابت ہوگا کیونکہ رسول صلعم نے انکو ایک چھوڑ دو دفعہ مدینہ میں خلیفہ بنائے جانے کا موقعہ ملا۔ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استخلف ابن ام مکتوم علی المدینۃ مرتین[1] - دیکھو ابوداؤد مطبوعہ کانپور صفحہ ۴۰۶ -

شیعہ - جناب علی علیہ السلام کی محبت علامت ایمان ہے اور آپ کے ساتھ بغض علامت نفاق ہے پس مبارک ہیں جو اس محبت میں سرشار ہیں اور افسوس ہے ان پر جو ان سے بغض رکھکر برسرپیکار ہیں

احمدی - اس سے ہمکو ہرگز ہرگز انکار نہیں لیکن جس رسول صلعم نے فرمایا ہے لا یحب علیاً منافق ولا یبغضہ مومن - اسی رسول صلعم نے انصار جان نثار کے حق میں بھی فرمایا ہے اٰیۃ الایمان حب الانصار[2] وآیۃ النفاق بغض الانصار اور نیز فرمایا ہے الانصار لا یحبھم الا مومن ولا یبغضھم الا منافق فمن احبھم احبہ اللہ ومن ابغضھم ابغضہ اللہ متفق علیہ مشکوٰۃ باب جامع للمناقب فصل اول - بخاری مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۹۱

سو خدا کا شکر ہے کہ اہلسنت جس طرح علی السلام کو دوست رکھتے ہیں اسی طرح مہاجرین و انصار کو بھی رکھتے ہیں لیکن بعض لوگ صرف جناب علی السلام کو دوست رکھتے ہیں اور مہاجرین و انصار کی

---

[1] ابن مکتوم کو مدینہ میں دو بارہ خلیفہ بنایا [2] ایمان کی نشانی انصار کی محبت ہے اور نفاق کی نشانی انصار کا بغض ہے [3] انصار سے نہیں محبت رکھتا مگر مومن اور نہیں بغض رکھتا ان سے مگر منافق جو ان سے محبت رکھے اللہ کا محبوب ہے اور جو ان سے بغض رکھے اللہ کی جناب سے دور ہے۔

وقعت انکی نظروں میں برائے نام ہی ہے بلکہ ابوبکر صدیق کو گوسالہ سامری قرار دیکر بعد وفات رسول صلعم مہاجرین والانصار کو سوائے تین نفر کے مرتد اور گوسالہ پرستوں میں شمار کرتے ہیں۔ کتاب الروضۃ کافی صفحہ ۱۱۵ فانک[1] بمنزلۃ ہارون ومن تبعہ وہم بمنزلۃ العجل ومن تبعہ۔ غایۃ المرام سید ہاشم البحرانی مطبوعہ ایران مقصد اول باب ۲۱ حدیث التاسع صفحہ ۱۲۸

شیعہ۔ ہمارے علمائے امامیہ آیۃ اولی الامر منکم سے دوازدہ امام کی امامت نکالتے ہیں۔ آپکے ہاں اولی الامر منکم کے کون لوگ مراد ہیں؟

احمدی۔ ہمارے محققین کے نزدیک اس سے حکام اور امرائے وقت مراد ہیں ظاہر آیت سے بھی ایسا ہی مترشح ہوتا ہے اور حدیث شریف میں بھی ایسے لوگوں سے مراد ہے چنانچہ مروی ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن حذافہ السہمی کو ایک جنگ کے موقعہ پر امیر لشکر بنایا تو اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ ثبت فی الصحیحین من حدیث سعد بن جبیر عن ابن عباس قال نزل قولہ تعالیٰ۔ یا ایہا الذین[2] امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ فی عبد اللہ بن حذافۃ السہمی بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سریہ۔ زاد المعاد جلد اول صفحہ ۲۰۴ ہے بارہ امام۔ سو نہ اس آیت میں بارہ کا ذکر ہے نہ اولی الامر کے معنے کسی لغت میں بارہ مرقوم ہیں۔

شیعہ۔ جناب علی علیہ السلام سب سے پہلے آنحضرت صلعم پر ایمان لے آئے اسواسطے تمام امت سے افضل اور مستحق خلافت بلا فصل ہیں

احمدی۔ سب سے پہلے ایمان تو حسب روایات فریقین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ لے آئی ہیں دیکھو حیات القلوب جلد ۲۔ نہ کہ جناب علی علیہ السلام۔ اگر وہ سابق الایمان ہیں بھی تو بیشک لڑکوں میں سے سب سے پہلے ایمان وہ لائے ہیں۔ ورنہ آزاد جوان بالغین مردوں میں سے تو ابوبکرؓ ہی سابق الایمان ہیں یہی وجہ ہے کہ جناب علی علیہ السلام اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے اور ابوبکر صدیق نے ایمان لاتے ہی قریش میں تبلیغ دین برحق شروع کردی اور زبیر عثمان طلحہ وعبدالرحمن بن عوف جیسے نامی گرامی اور جلیل القدر لوگ انکی کوشش سے ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے استیعاب جلد اول صفحہ ۳۴۲

---

[1] آپ ہارون اور اسکے متبعین کی پوزیشن میں ہیں اور وہ بچھڑے اور اسکے پرستاروں کی مانند ۱۲ [2] یہ آیت حذافہ کے معاملہ میں نازل ہوئی جب رسول نے اسے ایک سریہ میں بھیجا۔

پس اگر سابق الایمان ہونا افضل الامت اور مستحق بالخلافت بلا فصل ہونے کی دلیل ہے تو ابوبکر اس فضیلت میں بھی بوجہ احسن جناب علی علیہ السلام کے شریک ہیں۔ بلکہ جیسے کہ واقعات نے ثابت کر دیا ان سے بھی افضل ہیں۔ واللہ یختص برحمتہ من یشآء

شیعہ۔ میں شیعہ کی ایک ایسی خوبی بیان کرتا ہوں جس کی تردید آپ ہرگز نہ کر سکیں وہ یہ کہ سوائے اہل اسلام کے وہ کسی کے ہاتھ کا پکا ہوا نہیں کھاتے برخلاف اہلسنت کے کہ وہ ہندوؤں کی بکی ہوئی مٹھائی حلوا پوری بلا تامل کھا جاتے ہیں حالانکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ انما المشرکون نجسٌ

احمدی۔ انما المشرکون نجسٌ تک ہی پڑھ دیا ذرا آگے بھی تو پڑھئے فلا تقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ھٰذا جس کا پورا ترجمہ یہ ہوا کہ یہ مشرک لوگ ناپاک ہیں بس وہ اس سال کے پیچھے خانہ کعبہ کے نزدیک آنے نہ پائیں تو اس آیت سے یہ کہاں سے نکلا کہ ان کے ساتھ کھانا پینا بھی حرام ہے۔

۲۔ سنی مشرکوں کو عقائد میں نجس جانتے ہیں اور پوری آیت کا جو مفہوم ہے وہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے چنانچہ شیعوں کی مشہور تفسیر خلاصۃ المنہج میں بھی ایسا ہی لکھا ہے (مشرکین) پلید ند بجہت خبث باطن و ناپاکی اعتقاد و نزد فقہائے امامیہ نجس العین اند چوں کلاب

۳۔ البتہ قومی ہمدردی و بہبودی کی بنا پر اگر مسلمان اشیاء خورد و نوش خود مہیا کریں اور دوسرے بھائی انکی قدر دانی و حوصلہ افزائی کریں تو بہت ٹھیک ہے آجکل بہت سے مسلمان اس اصول پر کاربند ہیں۔

۴۔ لیکن اول کا شیعوں کے پاس کیا ثبوت ہے کہ ان کے ہاں مذہبًا سوائے شیعہ کے دوسرے مسلمانوں کا ذبیحہ کبھی حلال نہیں فضیل بن یسار۔ قال سالت اباجعفر عن المراۃ العارفۃ ھل ازوجہا الناصب قال لا لان الناصب کافر۔ اور پھر اسی راوی سے مروی ہے۔ قال ذکر الناصب فقال لا تناکحہم ولا تاکل ذبیحتہم ولا تسکن معہم۔ دیکھو تہذیب الاحکام جو شیعوں کی اصول اربعہ میں سے نہایت معتبر کتاب ہے باب من یحرم نکاحھن بالاسباب دون الانساب۔ یعنے فضیل بن یسار سے مروی ہے کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے مومن عورت کی بابت پوچھا کہ کیا وہ ناصبی سے نکاح کر لیوے فرمایا نہیں کیونکہ ناصبی کافر ہیں اور

اور پھر یہ کہتا ہے کہ ناصبیوں کا ذکر ہوا تو کہا کہ ان سے نکاح کرو۔ نہ ان کا ذبیحہ کھاؤ۔ نہ ان کے ساتھ مل کر رہو۔

ناصبی کے معنوں کے متعلق قاضی نور اللہ شوستری شیخ اجل ابراہیم بن سلیمان قطیفی کی کتاب وافیہ سے اٹھارہ حدیثوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ و دریں احادیث نیز مذکور ست کہ ناصبی آنکس است کہ غیر امیر المومنین علیہ السلام را برا و تقدیم نماید۔ مجالس المومنین صفحہ ۱۹۴۔ ترجمہ ابو بکر اظفری۔ ترجمہ ناصبی وہ ہے جو جناب علی علیہ السلام کے سوا دوسروں کو ان پر مقدم جانے۔

شیعہ۔ جناب علی علیہ السلام ید اللہ ہیں۔ کیا اس فضیلت میں بھی کوئی ان کا شریک ہے؟

احمدی۔ جناب علی علیہ السلام کے ید اللہ ہونے کا ذکر اہلسنت کی صحاح ستہ میں تو جہاں تک میں نے ابواب مناقب و فضائل کا مطالعہ کیا ہے کہیں نہیں دیکھا۔ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ید اللہ ہونا بیعت الرضوان کے موقعہ پر ثابت ہے جبکہ حضرت عثمان رضہ مکہ میں تھے۔ آنحضرت صلعم نے سب صحابہ رض سے بیعت لی اور عثمانؓ کی بیعت یوں لی کہ اپنا دایاں ہاتھ عثمان کا ہاتھ بنایا اور بایاں ہاتھ اپنا۔ اور یہ امر صاف طور پر کتب فریقین میں موجود ہے ملا باقر مجلسی فرماتے ہیں۔ و بروایت شیخ طبرسی چوں مشرکان عثمان را حبس کردند و خبر بحضرت رسید کہ او را کشتند حضرت فرمود کہ ازینجا حرکت نمیکنم تا با ایشاں قتال کنم و مردم را بسوے بیعت دعوت نمائم و برخاست و پشت مبارک بدرخت دادہ تکیہ کرد و صحابہ با آنحضرت بیعت کردند کہ با مشرکاں جہاد کنند و نہ گریزند۔ و بروایت کلینی حضرت یک دست خود را بر دست دیگر زد و برائے عثمان بیعت گرفت۔ حیات القلوب جلد ۲ باب ۳ صفحہ ۴۴۴ غزوہ حدیبیہ

(۲) و بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ المسلمین وضرب باحدی یدیہ علی الاخری لعثمان الخ فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۱۵۔ یعنی رسول صلعم نے مسلمانوں سے بیعت لی اور عثمان کے لئے یوں بیعت لی کہ اپنا ایک ہاتھ عثمان کا بنایا اور دوسرا ہاتھ اپنا۔

(۳) عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عثمان فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ الیمنی ھذہ ید عثمان فضرب بھا علی یدہ الیسری فقال ھذہ لعثمان فکانت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعثمان خیرا من ایدیہم لانفسہم الخ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۳

(۴) پس دست راست خود اشارت کردہ گفت این دست عثمان و دست چپ خویش دست من است آنگاہ دست چپ را بر دست راست نہادہ از قبل عثمان با خود بیعت کرد قبادہ گویدکہ نہے شرف عثمان کہ دست خواجہ ہر دو جہاں ورحمتہ للعالمین دست اوست۔ روضۃ الصفا جلد ۲ مطبوعہ بمبئی ۱۲۶۱ھ درذکر صلح حدیبیہ

اب سنئے کہ خدا تعالے اس بیعت کی فضیلت میں قرآن میں فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے تیرے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے انہوں نے تیرے ہاتھ ہی کے نیچے ہاتھ نہیں رکھا۔ بلکہ ان کے ہاتھ کے اوپر کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم پ ۲۶ اور رسول کا ہاتھ خدا کا ہاتھ تھا پس حضرت عثمان بوجہ اول یداللہ ٹھہرے فہو المراد

شیعہ۔ اور جناب علی علیہ السلام کو حضرت سیدہ کے زوج ہونے کی جو خصوصیت ہے وہ بھی قابل غور ہے بعض کتابوں میں آیا ہے کہ ابوبکر و عمر نے بھی خواستگاری کی تھی مگر آنحضرت صلعم نے منظور نہ فرمایا۔

احمدی۔ واقعی جناب علی علیہ السلام کی اس سے خصوصیت ثابت ہے چشم ما روشن دل ماشاد لیکن عمرؓ کو جو خصوصیت عقد ام کلثوم سے نصیب ہوئی وہ بھی قابل غور ہے۔

ایڈیٹر صاحب رسالہ اصلاح کو اس عقد کے انکار پر بڑا ہی اصرار ہے حالانکہ تمام تاریخوں میں اسکا ذکر ہے چنانچہ یہاں پر ہم تاریخ کامل ابن اثیر اور تاریخ خمیس سے بطور نمونہ ثبوت عرض کرتے ہیں۔ جن کے حوالے ایڈیٹر صاحب موصوف اکثر اپنے مضامین میں دینے کے عادی ہیں۔

(۱) ثم تزوج (عمر) ام کلثوم بنت علی وامھا فاطمۃ بنت رسول اللہ صلعم واصدقھا اربعین الفا فولدت لہ رقیۃ وزیداً۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ یعنی عمرؓ نے پھر ام کلثوم جناب علی کی بیٹی جنکی ماں حضرت سیدہ تھیں نہ کہ ابوبکر کی بیٹی جیسا کہ ایڈیٹر صاحب اصلاح کا ادعاء بیجا ہے) سے نکاح کیا اور ان کا حق مہر چالیس ہزار تہا۔ اور اُن سے رقیہ (لڑکی) اور زید (لڑکا) پیدا ہوئے۔

(۲) ونزید الاکبر امہ ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب من فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تاریخ خمیس دیار بکری مطبوعہ مصر طبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۲ جلد ۲ صفحہ ۲۸۰۔

اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے یا نہ کہ نکاح سیدہ سے پہلے رسول صلعم نے جناب علی علیہ السلام سے دریافت فرمایا تہا کہ مہر کے واسطے کچھ آپ کے ہاتھ میں ہے یا نہ تو آپ نے عرض کیا کہ میرے پاس نقد تو کچھ ہے نہیں

تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ زرہ حطیمہ کیا کی ہے عرض کیا موجود ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا تو اسی کا مہر زرہ بنالو جناب علی علیہ السلام نے زرہ چار سو اسی درہم پر حضرت عثمان کے ہاتھ میں بیچدی اور عثمان نے خرید کر پھر جناب علی علیہ السلام کو ہی بخشدی۔ جناب علی علیہ السلام زرہ اور قیمت نقد اسکی لئے ہوئے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور انہوں نے عثمان رض کے حق میں دعا فرمائی۔ وفی بعض الروایات جعل صداقھا درعہ فباعھا من عثمان بن عفان باربعمائۃ وثمانین درھما ثم ان عثمان رد الدرع الی علی فجاء علی بالدرع والدراھم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدعا لعثمان بدعوات

تاریخ خمیس صفحہ ۴۰۸ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۸۹

ترک فدک نہ کرنے پر ابوبکرؓ پر بخل اور تنگدلی کا طعن دھرنے والو غور کرو۔ اس بروقت امداد پر رسول صلعم اور علی علیہ السلام نے عثمانؓ کا احسان مانا اور ان کے حق میں دعا کی تبلاؤ تمہارے نزدیک بھی یہہ احسان قابل غور ہے یا نہ؟ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔

شیعہ۔ نصاریٰ مباہلہ کے وقت آنحضرت صلعم اپنے ساتھ کس کس کو لیگئے تھے؟

احمدی۔ عام طور پر مشہور ہے کہ آنحضرت صلعم نجران کے پادریوں کے ساتھ مباہلہ کرنے کے وقت جناب علیؑ و سیدہؑ و حسنینؑ کو ساتھ لے گئے تھے مگر روایات میں آیا ہے کہ اصحاب ثلاثہ اور انکی اولاد کو بھی لیگئے تھے اور آیت مباہلہ کا ظاہر بھی ایسی ہی عمومیت کو چاہتا ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خان نے دونوں قسم کی روایات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے حدیث سعد بن ابی وقاص میں آیا ہے کہ جب یہ آیت اتری حضرت نے علی و فاطمہ و حسن و حسین کو بلایا۔ کہا اے اللہ میرے گھر والے یہی ہیں۔ اخرجہ مسلم والترمذی وابن المنذر والحاکم والبیہقی مگر جعفر بن محمد عن ابیہ سے یوں آیا ہے کہ ابوبکر و عمر و عثمان و علی مع اپنی اولاد کے گئے رواہ ابن عساکر دیکھو ترجمان القرآن صفحہ ۴۴۶ سطر ۵ و ۶ پارہ تلک الرسل زیر آیۃ مباہلہ

شیعہ۔ جناب علی علیہ السلام کے نام میں ایسی برکت ہے کہ نادعلی پڑھکر جس مریض یا مبتلا پر پھونکا جائے فوراً تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔

احمدی۔ نادعلی کی خوب کہی۔ اجی حضرت یہ تو غالی شیعوں کی تعلیم کا اثر ہے جو عام شیعوں میں باقی اور جاری چلا آتا ہے اور اکثر خوش اعتقاد جاہل شیعہ یا گدا گر ملنگ نوش اسکا ورد رکھتے ہیں ورنہ محققین شیعہ تو ان کلمات کے مستند ہونے سے انکاری ہیں چنانچہ نادعلی کے سوال کے جواب میں ایک فاضل

شیعہ فرماتے ہیں

"نادِ علیاً کتب احادیث میں موجود نہیں پڑھنا اسکا خلاف ایاک نعبد و ایاک نستعین ہے"

شیعہ۔ ہم شیعوں میں مشہور ہے کہ جناب علی علیہ السلام جبریل کے استاد ہیں۔ کیا یہ شرف آپکے اصحاب ثلاثہ کو بھی نصیب ہوا ہے

احمدی۔ پہلے اپنا دعویٰ ثابت کرلیں پھر اصحاب ثلاثہ کی استادی شاگردی کا سوال کرنا دیکھئے وہی محقق اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"یہ اعتقاد غالیان بد نہاد کا ہے۔ کیونکہ حضرت جبریل بحق استادی کبھی جناب امیر کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے کتاب حملہ حیدری میں شاعرانہ طور پر لکھا ہے" تنقیح المسائل صفحہ ۲

شیعہ۔ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ رسول صلعم نے سب کے دروازے مسجد میں آنے کے لئے بند کر دیئے تھے۔ مگر جناب علی علیہ السلام کے لئے خاص طور پر اجازت عطا فرمائی تھی۔

احمدی۔ بیشک جناب علی علیہ السلام کے لئے بھی یہ ارشاد فرمایا گیا مگر جناب صدیق کے لئے بھی صراحتاً احادیث میں آیا ہے کہ اور سب کے دروازے بند کرائے گئے سوائے ان کے

۱۔ لا یبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر۔ بخاری مولوی احمد علی والی مطبوعہ مجتبائی باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سدوا الباب الا باب ابی بکر

۲۔ لا تبقین فی المسجد خوخۃ الا خوخۃ ابی بکر۔ صحیح مسلم معہ شرح نووی مطبع انصاری دہلی صفحہ ۲۷۴

(باقی آئندہ)

توفّی بمعنی موت

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ قال ابن عباس توفی موت (مفردات راغب) ابن عباس فرماتے ہیں توفی کے معنے موت کے ہیں والوفات الموت (صراح) وفات موت کو کہتے ہیں۔ التوفی الموت یقال توفاہ اللہ تعالیٰ ای قبض روحہ (منتہی الارب) توفی کے معنے موت کے ہیں کیونکہ عرب میں محاورہ ہے کہ جب توفاہ اللہ بولیں تو اس سے مراد روح قبض کرنا ہوتی ہے نہ جسم۔ الوفات الموت (لسان العرب) وفات کے معنے موت کے ہیں سنئے اصول لگا کر مخفی بالطبع ہو کر سنئے اذا سئل رجل من العرب الی کان

کیف حال ابیک او اخیک او غیرہما فاذا قال قد توفی استرجع و ترحم کانہ فہم قد مات (لغات القرآن) ابھی تک یہی محاورہ عربوں میں چلا آتا ہے کہ جب کوئی فرد عربوں میں سے دوسرے کو سوال کرے کہ تیرے باپ یا بھائی یا اور کسی کا نام لیکر پوچھے کہ اسکا کیا حال ہے اور اسکے جواب میں وہ شخص لفظ توفی بولے تو معاً وہ سائل شخص اناللہ اور رحمہ اللہ کی دعا پڑھیگا۔ کیونکہ وہ شخص اس لفظ توفی سے سمجھ جاتا ہے کہ اسکا باپ وغیرہ مسئول عنہ مرگیا ہے۔ جب پچیس دفعہ یہ لفظ توفی قرآن شریف میں آیا ہے اور تمام جگہ قبض روح ہی مراد ہے اور جہاں قبض روح ناقص ہے وہاں بھی قرینہ صارفہ لیل اور منام لاکر بتلا دیا کہ اصل معنے توفی کے قبض تام یعنے موت کے ہی ہیں اور آٹھ ہزار کے قریب یہ لفظ نبی کریم صلعم کی زبان مبارک سے عہد نبوت میں بولا گیا ہے جو تمام جگہ قبض روح ہی مراد ہے کسی ایک جگہ بھی قبض جسم کے لئے نہیں بولا گیا نہ حقیقتاً مجازاً۔ اور تمام کتب اور ازمانہ جاہلیت و اسلام میں جہاں لفظ توفی فاعل اللہ مفعول ذی روح آیا ہے کہیں بھی سوائے قبض روح کے نہیں آیا۔ اور ایک جگہ بھی شعرا بلغار و فضلاء عرب عجم نے قبض جسم انسانی پر نہیں بولا۔ تو بموجب برہان استقرائی کے آپ انکار نہیں کرسکتے۔ قیاس استقرائی بھی یقینیات سے ہے قریباً تمام اشیاء کا ثبوت استقراء سے ہی دیا جاتا ہے سنئے۔ فالاستقراء ھو الحجۃ التی یستدل فیہا من حکم الجزئیات علی حکم کلیہا (شرح تہذیب) استقراء بھی ایک دلیل ہوتی ہے جس کا طریق استدلال یہ ہے کہ جزئیات کے حکم سے کلیت سمجھی جاتی ہے اب بتلائیے کہ جب آپ بھی مانتے ہیں کہ توفی کا فاعل اللہ تعالےٰ اور مفعول ذی روح ہو تو ہمیشہ قبض روح ہی مراد ہوتا ہے خواہ ناقص یا تام اور قبض جسم کبھی بھی مراد نہیں ہوتا تو بموجب علم منطق یعنی استقراء اور تواتر یہ بات یقینیات سے ہوئی یا نہیں کہ توفی بمعنی قبض روح ہی ہے آپ کوئی ایسی مثال بتلائیں جسمیں قبض جسم انسانی مراد لیا گیا ہو اور لفظ توفی ہو گو مجازاً ہو۔ کیا اب ہم امید رکھ سکتے ہیں کہ آپ توبہ کر کے حضرت مسیح کی فاتحہ خوانی کرینگے ہمارے اس دعوے کی بنیاد استقراء و تواتر اور موجودات مشاہدات تجربات اور دلائل اربعہ شرعیہ پر ہے وہ یہ ہے کہ جب لفظ توفی کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو تو ہمیشہ بمعنے قبض روح ہی آئیگا خواہ قبض تام (موت) خواہ قبض ناقص (النوم اخ الموت) ہو۔ جسم کو کوئی دخل نہیں۔ آپ ہمارے اس حصر کو توڑیں

رفع کے حقیقی معنے

قولہ تعالیٰ۔ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع اللہ کا قول ان گھروں میں ہے۔ جن کے متعلق اللہ کا

اعلان ہو کر معزز و مکرم کئے جائیں۔ قال للعباس یا عم رفعک اللہ (کنز العمال) رسول اللہ صلعم نے اپنے چچا عباس کو فرمایا کہ تیرا رفع خدا تعالے کرے اللھم ارفعنا بالقرآن العظیم اے اللہ ہمارا رفع بھی قرآن کریم کے باعث کر۔ الی اللہ مرجعکم تم سب کے سب خدا کی طرف ہی آؤ گے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اگر وہ خدا کے پاس چلا گیا ہے تو ہم بھی اسی کے پاس جانے والے ہیں

اچھا آپ کسی ایک اہل زبان کا قول بتلادو کہ جب اسکے سامنے یہ لفظ بولا گیا ہو کہ ما قتلوا زیداً یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ یعنے لوگوں نے زید کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ خدا نے اسکو اپنی طرف اٹھا لیا۔ تو سوائے طبعی موت کے کچھ اور سمجھا ہو مجھے تعجب آتا ہے کہ جب آپ متوفیک کے معنے ہی قبض روح مع الجسم کرتے ہیں تو پھر رافعک کی کیا ضرورت رہی جس کے لئے یہ لفظ لایا گیا۔ کیا نعوذ باللہ مسیح کو خطرہ تھا کہ خدا تعالے پکڑ کر دشمنوں کے حوالے نہ کردے اسواسطے رافعک کی ضرورت پڑی معلوم ہوتا ہے کہ آپکے گاؤں میں چوکیدار نہیں یا ہوگا۔ تو آپنے اس کے پاس کتاب نہیں دیکھی جسمیں مردوں کے نام ہوتے ہیں جسمیں لکھا ہوا ہوتا ہے۔ نام متوفی زوجہ فلاں متوفی شائد وہاں بھی آپ قبض روح مع الجسد سمجھتے ہوں گے کیونکہ ان کو بھی یہود نے قتل نہیں کیا ہوتا لیجئے قرآن شریف سے مثال رفع الی اللہ کی قولہ تعالی۔ الیہ یصعد الکلم الطیب صعود الکلم الیہ مجاز و کنایۃ عن علمہ و رضاہ والعمل الصالح یرفعہ ان المستکن الی العمل والھاء الی العامل ای العمل الصالح یرفع العامل ویشرفہ (کمالین) کلمے پاک خدا کی طرف صعود کرتے ہیں یعنے ان کو خدا تعالے قبول فرماتا اور پسند کرتا ہے اور یرفعہ میں جو ضمیر مستتر ہوتی ہے وہ عمل کی طرف پھرتی ہے اور جو ہ کی ضمیر بارز ہے اسکا مرجع عامل ہے معنے یہ ہوئے کہ خدا کی طرف عمل صالح عامل کا رفع کرتا ہے یعنے بزرگ بناتا ہے۔ کیوں ہ؟ مولویصاحب! لفظ رفع ہے صلہ الی ہے عامل بھی انسان ہے جس کا رفع ہو رہا ہے۔ لفظ بھی قرآن شریف کے ہیں۔ تفسیر بھی کمالین ہے۔ ہاں رفع ہونے والا جسم نہیں کوئی اور عید صلہ ہے فرمائیے۔ توبہ کی امید رکھوں؟

بشارات القرآن

نمبر ۶

پیشگوئی ۴۶

نساء ع ۷ - یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْھًا فَنَرُدَّھَا عَلٰٓی اَدْبَارِھَا اَوْ نَلْعَنَھُمْ کَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا ؀ (ترجمہ) اے اہل کتاب ایمان لاؤ قرآن کریم پر جو تصدیق کنندہ ہے ان کتب کا جو تمہارے پاس ہیں پہلے اسدن سے کہ ہم بُرے بُرے چہروں کو بگاڑ دینگے پھر ان کو انکی پشتوں پر پھیر دینگے یا اُن پر لعنت کرینگے جیسا کہ بے ادبان سبت پر لعنت کی تھی اور یہ کام اللہ کے نزدیک تو ہُوا ہوا ہے۔

یہ پیشگوئی بھی یہودیوں کے حق میں کی گئی تھی کہ وہ دن قریب ہے کہ بسبب شامت اعمال کے ان کے چہروں کو بگاڑ کر بے رونق بے حسن پُر غم کر دیا جائیگا اور پھر ان کو انکی پشتوں پر ہی پھیر دیا جائے گا۔ سو ایسا ہی خدا کا وعدہ پورا ہُوا کہ جہاں سے آئے تھے وہاں ہی یعنے بیت المقدس کی طرف واپس کر دیا گیا اور وہ ملعون بنائے گئے ان سے خدمت دین کھوئی گئی۔ عزت و عظمت فضیلت۔ چھینکر چہرے بگاڑ دیے گئے اور مسکین ذلیل ہر طرف جدھر جائیں بنا دیئے گئے۔ یہی خدا کی لعنت کا ثمرہ ہے بس خدا کی یہ بات اسوقت کہی گئی تھی جبکہ یہودیوں کے وہم وخیال اور خطرات میں بھی نہ آتی تھی مگر خدا کی باتیں نہیں ٹل سکتیں اگرچہ آسمان و زمین ٹلجائیں اور انہیں کے حق میں ع ۸ میں وارد ہے وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰہُ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ نَصِیْرًا۔ یعنی خدا کا ملعون کبھی نصرت نہیں پائے گا۔

پیشگوئی ۴۷

نساء ع ۸ - وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ

خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا لَھُمْ فِیْھَآ اَزْوَاجٌ مُّطَھَّرَۃٌ وَّنُدْخِلُھُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا (ترجمہ)
اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اعمال بھی اچھے کرتے ہیں بہت ہی قریب وہ دن ہے کہ داخل کرینگے
ہم ان کو باغوں والے ملک شام وغیرہ میں جہاں ندیاں جیحوں سیحوں وغیرہ بہتی ہیں اور وہاں ہمیشہ تا بعض
رہینگے اور ان کے لئے وہاں بیویاں پاک ملینگی اور وہ عمدہ سایوں والا ملک ہے یہاں ہم ان کو داخل کرینگے
سو یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ مسلمانوں کو ملک شام کی فتح ملی جسمیں ندیاں بہتی ہیں۔ اور
باغات عام میوہ دار ہیں۔ اور قیصر و کسریٰ کی لڑکیاں بھی مل گئیں اور پھر قیامت کو بھی ملینگی۔ یہاں کا
ملنا اس ملنے پر گواہ ہے

پیشگوئی ۴۸

نساء ع فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا یعنے اے مسلمانو تم
دلیر ہو کر لڑو شیطان کے دوستوں سے۔ بیشک تمام مکر اور منصوبے اور تدبیریں شیطان کی اب کمزور ہو جانے
والی ہیں۔

آیت ہذا میں یہ پیشگوئی سنادی کہ تمام منکرین یارانِ ابلیس کے سارے جنگی وغیرہ منصوبے نیست
ہو جائینگے اور ان کے پیر ابلیس کا سر کچلا جائیگا اور حق کی فتح نمایاں ہوگی سو ایسا ہی ظہور میں آیا کہ عرب میں
سے کفر و شرک کرنے والوں کو تتر بتر کر کے خطہ عرب کو صاف کر دیا اور مسلمان بنا دیا اور توحید الٰہی سے
آباد۔ یہ خدا کی بات تھی جو پوری ہوئی۔

پیشگوئی ۴۹

نساء ع لَھَمَّتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْھُمْ اَنْ یُّضِلُّوْکَ وَمَا یُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَضُرُّوْنَکَ
مِنْ شَیْءٍ (ترجمہ) بیشک ایک جماعت یہود میں سے زور لگا رہے ہیں کہ تباہ و ہلاک کر دیں تجھکو اے
نبی۔ اور وہ نہیں گمراہ کر سکتے مگر اپنے آپ کو اور کبھی ضرر اور کچھ نقصان نہ کر سکینگے تیرا۔
یہ پیشگوئی نبی کے اطمینان تسلی کے لئے بتائی گئی تھی کہ تیرے دشمن کبھی تیرا بال تک بیکا
نہ کر سکینگے۔ اور ان سب کو تیرے ہاتھ سے نیست کر دیا جائیگا۔ سو خدا کی باتیں جو اٹل ہوتی ہیں پوری
ہو گئیں۔

پیشگوئی ۵۰

نساء ع ۱۸ - وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ○ (ترجمہ) اور وہ لوگ جو مشرف بالایمان ہوئے اور اعمال بھی نیک بجالاتے ہیں ان کو بہت جلدی داخل کریں گے ہم باغوں والے ملک شام میں جسمیں بہتی ندیاں جیحوں اور سیحوں وغیرہ اور پھر اس پر قابض رہینگے ہمیشہ یہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور کون ہے بہت سچا اللہ سے بات وعدہ کی کہدینے میں۔

سو الحمدللہ یہ بشارت صحابہ رض کی حیات میں ہی خدا نے پوری کرکے دنیا کو دکھلادی - ورنہ کسکو امید تھی کہ یہ غربا کی جماعت کسی روز فاتح شام و عراق ہوجائیگی - اور یہ بڑے نازک وقت میں کہی گئی تھی - پر خدا کے کام کون روک سکتا ہے -

سورۃ المائدہ

پیشگوئی ۵۱

مائدہ ع ۱ - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ (ترجمہ) اے مومنین! تم اپنے عقدوں عہدوں کو پورا کرو - اور حلال کئے گئے ہیں تمہارے لئے چارپائے جانور - مگر جو کچھ پڑھا جاتا ہے تم پر کہ نہیں حلال شکار کرنا حالت احرام میں - اور بیشک اللہ تعالیٰ جامع جمیع صفات کاملہ کا اختیار ہے - کہ جو چاہے حکم نافذ فرمائے -

آیت ہذا میں خدا نے صحابہ کرام کو شرط کے ساتھ مشروط کرکے بطور اجرا ایک زبردست پیشگوئی سنادی - کہ اگر تم میرے عہدوں - حکموں اور میرے رسول کے عقدوں کو کامل طور پر پورا کرنے والے ہوجاؤ گے - تو ہم تمہاری خاطر تمہارے ساتھ ناحق جنگ کرنے والے دشمنوں کو چارپایوں کی مانند تمہارے قبضہ میں کردینگے - ہاں جن کا شکار تمہارے لئے منع کردیا گیا ہے ان کو نہ مارنا - یعنے جبتک تم مکہ میں ہو گویا احرام ہی میں ہو - پھر جب تمہیں وہ مکہ سے نکالدینگے تو پھر ان کا شکار کرنا

بھی تمہارے لئے رہا ہوگا۔ یا ہو گیا ہے۔ یا جن لوگوں کا ذکر کرنا تمہیں منع کیا گیا ہے۔ ان پر چھری مت چلانا۔

ایسے دشمنوں کو چار پائے بھی کہا گیا ہے اولئک کالانعام بل ھم اضل سبیلا۔ سو یہ پیشگوئی بھی جنگ بدر اور فتح مکہ کے روز پوری کی گئی۔

درس حدیث

از حضرت اولوالعزم خلیفہ ثانی

باب حدثنی اسحٰق بن نصر۔ ہر ایک آدمی کی سمجھ اسکی عقل کے مطابق ہوتی ہے۔ بنی اسرائیل مدتوں تک فرعون کی غلامی میں رہے ان بیچاروں کو سوائے روٹی کے اور کوئی بات آتی ہی نہ تھی سوائے کھانے پینے کے اور کوئی فکر نہ ہوتی۔ موسیٰ سے بھی انہوں نے روٹی ہی مانگی۔ مسیح کے زمانہ میں بھی اگر کوئی سوال کیا تو وہ یہی تہا کہ انزل علینا مائدۃ من السماء۔ روٹی لاؤ۔ ان کو روٹی ملی مگر دین کی انہوں نے پرواہ نہ کی اور وہ بے دین رہ گئے۔ مسیح موعود علیہ السلام جنہوں نے بیعت لی یہی عہد لیا کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا۔" آپنے روٹی نہیں مانگی۔ بلکہ دین کے لئے کہا ہے۔

بنی اسرائیل نے جب روٹی مانگی تو ان کو حکم ہوا کہ شہر میں جاؤ مگر حطۃ کہتے جاؤ اور سجدہ کرتے جاؤ سجدہ سے مراد یہ نہیں کہ سر کو زمین پر رکھ کر جانا بلکہ یہ مراد تھی کہ فرمانبردار ہو کر جاؤ اگر انسان سجدے میں پڑا ہو۔ تو وہ تو ہل بھی نہیں سکے گا ان کو حکم تہا کہ فرمانبردار بنکر دعا کرتے ہوئے جانا۔

یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ایسی دعائیں مسلمانوں کو بھی سکھلائی گئی ہیں حدیث میں دعا ہے کہ جب تم کسی گاؤں اور شہر میں جاؤ تو اسے دیکھو اور یہ دعا پڑھو۔ اللھم رب السمٰوات السبع وما اضللن الخ اور قرآن میں سکھلایا گیا ہے۔ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق یہ تمام انبیاء کا طریق ہے ان کو اللہ تعالےٰ سکھلاتا ہے وہ پھر اپنے اتباع کو سکھلاتے ہیں کہ جہاں جاؤ دعائیں کرتے جاؤ بعض جگہ بہت منحوس ہوتی ہے وہاں آدمی کی صحت یا اخلاق یا دین خراب ہو جاتا ہے جیسے لاہور یہ مقام بلا نگر ہے وہاں جو آدمی جاتا ہے وہ کچھ نہ کچھ نحوست وہاں سے لیکر ہی آتا ہے

اچھا بھلا آدمی وہاں جاوے اسکے خیالات کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں اسی لئے اللہ تعالٰے نے تبلایا ہے کہ ایسی منحوس جگہوں کی نحوست سے بچنے کے لئے دعائیں کرتے رہا کرو۔ یہ حکم فرمانبرداروں کو ہے بنی اسرائیل نے بجائے اسکے کہ دعا کرتے جیسا کہ ان کا شیوہ تھا تمسخر کیا اور لگے کہنے کہ حبة فی شعرة حبة فی شعرة کہ ہمیں تو دانے چاہئیں بس کھانے کو ہی دو

(۲)

حدیث ہمخق بن ابراھیم | جو ایک انسان تھا۔ پتھر نہ تھا ایسے نام لوگوں میں ہوتے ہیں اس حدیث کے راوی ابو ہریرہ ہیں۔ اس طرح ان کو بھی کوئی بلا کہہ دے گا۔ طوطا رام ایک مشہور مصنف ہے وہ کوئی جانور نہیں ہے۔ اسی طرح جو آدمیوں کا نام ہوتا ہے انگریزوں میں بعض نام ایسے ہوتے ہیں مسٹر گلبیڈ سٹون وزیر تھے اگر حجر پتھر ہی تھا تو کیا حضرت موسٰی پاگل تھے کہ اسے مارنے لگ گئے اور اسکے پیچھے بھاگے بچے کہیں کہیں ایسا کیا کرتے ہیں کہ کوئی چوٹ لگ گئی تو زمین کو ہی پیٹنے لگ گئے۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تشریح فرمائی ہے لا تکونوا کالذین اذوا موسی فبرّاہ اللّٰہ مما قالوا وکان عند اللّٰہ وجیھًا۔ انبیاء کی یہ عادت ہے کہ وہ کسی معاملہ میں دخل نہیں دیتے جب تک کہ ان کو اللہ تعالٰی کی طرف سے حکم نہ ملے یوسف کا بھائی کہتا ہے کہ میں اس زمین کو چھوڑ کر نہ جاؤں گا جب تک مجھے میرا اللہ یا میرا باپ اجازت نہ دے حضرت موسٰی علیہ السلام کو اس سے گریز تھا تب قوم موسٰی نے یہ کہا کہ موسٰی علیہ السلام کو کوئی بیماری ہے ما تو فتق اور یا ان کو کوئی جلد کی بیماری ہے اسلئے یہ ہمارے ساتھ نہیں نہاتے۔ یہود بیماروں کو گندا سمجھتے تھے اور ان کو ہیکل میں نہیں جانے دیتے تھے اسی لئے معلوم ہوتا ہے کہ موسٰی پر بھی ان کو شبہ ہوا۔

یہود نے یہ حکم کہ کوئی بیمار ہیکل میں داخل نہ ہو تورات میں بھی داخل کر دیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے اور یہ اپنی طرف سے ہے یسوع مسیح نے تبھی تو مریضوں کو بری ٹھہرایا ہے۔

غرض یہود میں ننگا نہانے کی عادت تھی۔ جو حضرت موسٰی کا مریہ معلوم ہوتا ہے انکو علم تھا کہ آپ میں کوئی نقص نہیں ہے بلکہ یہود یونہی آپ پر الزام لگاتے ہیں۔ مریدوں کو تو پھر برداشت نہیں ہوتی۔ کہ ان کے پیر پر کوئی الزام لگایا جائے اسلئے اس الزام کو دور کرنے کے لئے یہ کیا۔ کہ

جب حضرت موسیٰ ؑ نہانے لگے تو ان کے کپڑے اٹھا کر دوڑ گیا حضرت موسیٰ بھی نہا کر اسکے پیچھے کپڑے لینے کے لئے گئے تھے ان کو یہودیوں نے دیکھ لیا کوئی اگر اعتراض کرے کہ موسیٰ علیہ السلام کیوں اسکے پیچھے دوڑے۔

جواب یہ ہے کہ ان کو کوئی علم نہ تھا کہ آگے آدمی کھڑے ہیں اور وہ مجھے دیکھ لینگے اور یہ ایک منصوبہ کیا گیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بہت تکلیفیں دی گئیں۔ تم (یعنے صحابہ) کبھی مجھ پر ایسے ایسے اعتراض نہ کرنا۔ اور مجھے تکلیف نہ دینا

حدیث ابوالولید - انبیاء کے وقت میں ایک جماعت ایسی بھی موجود ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام پر طرح طرح کے اعتراض کرتی رہتی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کیا گیا کہ یہ قوم کا مال خود کھا جاتے ہیں۔ اور اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں پر خرچ کر دیتے ہیں۔ اور اپنی جان پر خرچ کرتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں کو دیدیتے ہیں۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص وجہ سے اپنے رشتہ داروں کو مال دینا پڑا (وہ اپنے گھروں اپنی زمینوں اپنی تمام ملکیتوں کو چھوڑ کر آپ پر ایمان لے آئے تھے اور طرح طرح کی مصائب کا سامنا ان کو کرنا پڑا) حضرت عباسؓ جو آپ کے چچا تھے آپ نے ان کو بہت سا مال دیا تو کسی شریر نے (جیسا کہ اس گروہ کی عادت ہے) اعتراض آپ پر کیا کہ اس مال کی تقسیم میں خوف خدا کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ خون ہماری تلواروں سے ٹپک رہے ہیں اور مال دوسرے لوگوں کو جنھوں نے کوئی کام نہیں کیا دیا گیا ہے۔ یہ خبر نبی اکرم تک پہنچ گئی تب آپ کو سخت جوش آیا۔ نبیوں کا طریق ہے کہ وہ دوسرے کے دکھ کو اپنے دکھ سے بڑا سمجھتے ہیں۔ انسان اگر ایسا کرے تو وہ بہت سی تکالیف سے بچ جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے انعاموں کا مورد بنجاتا ہے اس کے ایمان میں ترقی ہوتی ہے انبیاء علیہم السلام کو کوئی وقت پیش آجائے وہ دوسروں کی وقت کو بڑا سمجھینگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبر سنی۔ آپ نے اپنے غصہ کو روکا۔ اور ایسا کہنے والے کی نسبت فرمایا کہ اسکی اولاد میں سے ایسے آدمی ہونگے جو بظاہر بڑے نیک ہونگے وہ نمازیں پڑھینگے۔ مگر ایمان ان کے دل سے ایسا نکلجائے گا جیسے تیر کمان سے اور اپنی

نسبت فرمایا جو ایذا مجھے دیگئی ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کی ایذا سے چھوٹی ہے ان کو اس سے زیادہ ایذائیں دی گئیں۔

حضرت علی کا مقابلہ کرنے والوں نے بھی یہ کہا تھا کہ الحکم للہ والامر شوریٰ بیننا ہم وہی حکم مانینگے جو خدا نے دیا خلیفہ کوئی چیز نہیں ہے سب کام مشورے سے کرو اسوقت بھی شوریٰ شوریٰ الاپتے پھرتے تھے۔ اب پھر شوریٰ شوریٰ شوریٰ کہہ رہے ہیں معلوم ہوتا ہے یہ لفظ شور سے مشتق ہے۔

ایسے مالی اعتراض وہی کرتے ہیں جو نبی پر مال کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں جب نبی پر انکو اپنے مالوں کی نسبت اطمینان نہیں ہوتا۔ تو وہ خلیفہ پر کسطرح اعتبار کرسکتے ہیں اسلیئے پھر وہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے مالوں کے خرچ کرنے والے خود ہوں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جب مامور من اللہ کا یہ حال ہے۔ تو خلیفہ جو غیر مامور ہے۔ اسکا کیا حال ہوگا۔ . . . . . یہ کوئی نئے معنے نہیں جو اسوقت کے لوگوں نے کئے بلکہ پہلے لوگوں نے بھی اسکے معنے کرد یئے ہیں۔

”بیٹا یعقوب“ اور میں

نہاں و نہاں مصلحتوں کے ماتحت میرے دیرینہ کرمفرما مولنا احسن فاضل امروہوی جیتے جی غیر خموشاں میں جا بسے ہیں۔ اور اپنی علمی قابلیتوں کا مظہر اپنے ”بیٹا یعقوب“ کو قرار دیا ہے اور میں خوش ہوں کہ آپکے زہر میں بجھے ہوئے تیروں کا آماجگاہ وہی سینہ اور دل ہے جو اپنے مسیحا کی محبت سے معمور ہے اور جسے مولنا غایت کرم سے لا امام جنود مجند کہ سنایا کرتے تھے ہرچہ از دوست میرسد نیکو است ؎ نال تا مل دم ناوک فگنی خوب نہیں + چھاتی میری ابھی تیروں سے چھنی خوب نہیں

مولنانا نے روئیدعات سئیہ در خلافت ثانیہ کے عنوان سے پیغام مطبوعہ ۱۲ مارچ کے پہلے دو کالموں میں تو ایضاً زور سخن دکھایا ہے جس کے متعلق مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ابھی اور مشق کی ضرورت ہے۔ پھر آپنے تذکرۃ الشہادتین کے اس حوالہ کی نسبت کچھ قلم فرسائی فرمائی ہے جو تشحیذ ماہ فروری میں دیا گیا تھا مولانا سمجھے نہیں انہیں زیادہ چین کمہ لگانے کی ضرورت نہیں میں نے وہ حوالہ صرف یہ دکھلانے کے لئے پیش کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہمارے یہی عقاید تھے جو اب ہم پیش کرتے ہیں اور یہ عقاید ایسے صحیح سمجھے جاتے تھے

کہ خود حضرت اقدس کی کتاب میں مسیح کر دیئے گئے اب اس پر یہ کہنا کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ میں رسول اللہ سے مراد ایسا رسول ہے جیسے رسول رسول اللہ ایک لغو بات ہے کیونکہ بحث اس آیت کے معنوں میں نہیں اور اگر معنوں میں بھی ہو تو وہاں رسولہ ہے نہ کہ رسول رسول اللہ بلکہ اس میں ہے کہ حضرت اقدس اور ان کے خدام خاص اس سے کیا سمجھے اور انہوں نے کیا شائع کیا۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں اور آپ مانتے ہیں کہ "حضرت غلام احمد نے اس زمانہ میں تمام ادیان پر دین اسلام[1] کی حقانیت کو ظاہر کر دیا" پس اسکے ساتھ یہ بھی اقرار کرتے ہو کہ جن معنوں میں حضرت محمد مصطفٰے کو رسول کہا گیا۔ انہی معنوں میں حضور مسیح موعود کو رسول کہا گیا کہ ہر دو وحیانِ ایک ہی منبع سے ہیں۔ اور جس حقیقت کے پائے جانیکی[2] وجہ سے حضرت محمد رسول اللہ کو رسول کہا گیا وہی حقیقت حضرت احمد نبی اللہ میں بھی پائی جاتی ہے اس کے بعد آپنے چند الہامات مثل لولاک لما خلقت الافلاک اور انت من ماءنا اور انت منی بمنزلۃ توحیدی اور انت منی بمنزلۃ ولدی پیش کر کے یہ لکھا ہے "آپ تو نبوت لئے پھرتے ہیں اگر ان الہاموں کے حقیقی معنے لئے جائیں تو انسان مومن ہی نہیں رہ سکتا" یہ تبدیلی آپ کو مبارک ہو۔ کیونکہ آپکے اس فقرہ نے آپکے ماتخفی صدورہم اکبر پر روشنی ڈالدی۔ بیشک آپکو دراصل نبوت مسیح موعود میں نہیں۔ بلکہ اپنا تو بات "ایمان مرزا" پر آٹھہری ہے اگر آنحضرت صلعم کے لئے لولاک لما خلقت الافلاک اور قرآن مجید میں ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ (۲) وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (۳) قل یا عبادی پڑھکر انسان مومن رہ سکتا ہے تو حضور کے مذکورہ بالا الہامات پر ایمان لاکر بھی انسان مومن رہ سکتا ہے اور اگر ان الہامات کا مورد نبی ہو سکتا ہے تو ان الہامات کا مہبط بھی نبی ہی مانا جا سکتا ہے۔ باقی یہ کہنا کہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ (وحی مسیح موعود) اور وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین سے انسان مومن نہیں رہتا اور نبوت میں تورج لازم آتا ہے یہ حملہ آپکا رسول کریم پر ہے کہ آخر وہ بھی بشر تھے جب ایک راستباز پر یہ وحی نازل ہوئی اور وہ اسکا مصداق بنگیا تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے راستباز پر جب یہی وحی اسی خدا کی طرف سے نازل ہو تو وہ اسکا مصداق نہ بنے بلکہ اسکے ایمان میں خلل آجائے بحالیکہ معترض یہ بھی مانتا ہو کہ دونوں وحیاں سچی اور ایک ہی خدا کی طرف سے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ ایک

---

[1] دوسرے مجددین میں سے کسی نے سارے جہان کے لئے مبعوث ہونیکا دعوےٰ نہیں کیا۔ تو وہ لیظہرہ علی الدین کلہ کا مصداق کیونکر ہو سکتا ہے [2] شریعت نبوت کی حقیقت میں داخل نہیں۔ نہ براہ راست ہونا

ہی قرآنی آیت کے وہ مصداق ہیں ثابت نہیں کر رہا بلکہ وہ الگ وحی ہی اور یہ الگ وحی ہے ہاں اگر آپ کو نفسِ وحی میں کچھ شبہ پیدا ہو گیا ہی تو پھر کھلے کھلے غیر احمدی بنکر اعتراض فرمائیے اور یہ جو آپ بار بار پیش کرتے ہیں۔ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب اسکے معنے خود حضرت اقدس نے غلطی کے ازالہ میں کر دئیے ہیں کہ میں ایسا رسول نہیں جو کتاب لایا ہو تعجب ہے کہ آپ ابھی تک اسی غلطی میں پڑے ہیں جسمیں چند نااہل تھے جو حضرت کی کتابوں کو غور سے نہیں پڑھتے اور جنہیں صحبت میں بیٹھنے کا اتفاق نہیں ہوا باقی رہا آپکا لا تقولوا انہ لا نبی بعدہٗ قول عائشہ سے انکار سو یہ آپکے اپنے ہی اقوال سے پہلا انکار نہیں کہ مجھے تعجب ہو ہاں تعجب کی بات یہی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ جو دلیل دشمنان مسیح موعود کے لئے مسکت تھی وہ آپکے سامنے اسلئے نہیں پیش ہو سکتی کہ بقول خود اسکے سب سے پہلے پیش کرنے والے آپ ہیں مولنا بہت اچھا کیا جو آپنے رسول کریم کی اس حدیث کی تصدیق فرمادی جسمیں نہایت جانفشانی سے لڑنے والے ایک صحابی کو رسول اللہ نے حرام موت سے مرنیکی خبر سنائی تھی اور بعض صحابہ تعجب میں پڑ گئے تھے کہ ایسا مخلص اور اسکے حق میں یہ فقرہ بعد میں معلوم ہوا کہ اسکی جنگ حمیۃ الجاہلیۃ پر تھی نہ کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے آپنے خود ہی بتایا ہے کہ میں یہ جواب دشمنوں کو صرف خاموش کرانے کے لئے دیا کرتا تھا کوئی احقاق حق مقصود نہ تھا۔ سو میں اسپر کیا لکھوں جب کہ آپنے اپنے عقائد میں یہانتک تبدیلی کر دی ہی کہ پہلے ہم سب مانتے تھے اور حضرت اقدس بھی فرمایا کرتے تھے کہ وفات مسیح پر صحابہ کا اجماع تھا اور اب آپ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کا بھی خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر موجود تھے اور وہی آخر زمانے میں نازل ہونگے" اس قول عائشہ کے آگے ہذا ناظر الی نزول عیسیٰ لکھا ہو تو بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس سے یہی ثابت ہوتا ہی کہ تمام اہل اسلام اسپر متفق ہیں کہ آنیوالا عیسیٰ اللہ کا نبی ہو فرق ہے تو یہ کہ ایک فریق کہتا ہے وہ نبی آئے گا جو حضرت خاتم النبیین کا فیضیافتہ نہیں اور دوسرا فریق عقیدہ رکھتا ہے وہ نبی آیا جو حضرت خاتم النبیین کا فیضیافتہ اور امتی ہے پس جسمیں رسول اللہ کی عظمت شان ہو وہی عقیدہ قابل تسلیم ہوگا۔ ہاں آپنے یہ بھی لکھا ہی کہ حضرت اقدس کا الہام ہے واتخذوا من مقام ابراہیم مصلّی حضرت نے کونسا کعبہ بنایا اور کیا حضرت ابراہیم تھے میں لکھتا ہوں اس الہام کے معنے ضمیمہ تحفہ گولڑویہ میں پڑھ لو جس پر وحی نازل ہوتی ہے اسکی تفہیم بھی ہوتی ہے اسکے مطابق عملدرآمد ہوا ہی اور ابراہیم بیشک حضرت اقدس ہی تھے چنانچہ حضور فرماتے ہیں "جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائینگے تب آخر زمانے میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا۔ اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائیگا کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔" آپ خود

---

(۱) دیکھو تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۰ ۔ پھر ان سب کے بعد وہ عظیم الشان آیت ہے جس پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ صحابی نے اس بات کو مان لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کل گذشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں [illegible] یہ آیت موت مسیح اور تمام گذشتہ انبیاء علیہم السلام پر قطعی دلیل ہے اور اس پر [illegible] کا اجماع ہو گیا۔ ایک فرد بھی باہر نہ رہا کہاں گیا مولنا آپکا بعض صحابہ والا فقرہ (۴۵)

القول المجید میں تسلیم کرچکے ہیں کہ اسماء ہوا کرتے ہیں وہ اپنے اندر حقیقت رکھتے ہیں وہ صرف برائے نام ہی نہیں ہوتے تو پھر آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت اقدس کا دعویٰ جری اللہ فی حلل الانبیاء ہونیکا ہے جس کے متعلق آپ براہین احمدیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "اس زمانے میں خدا نے چاہا کہ جسقدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے سو وہ میں ہوں" اسی طرح اخبار الحکم اقتباس کو آپ نے اپنے پرچہ میں چسپاں کیا ہے اور نزول المسیح میں ہے کہ میں تمام انبیاء کی صفات کاملہ کا مظہر ہوں۔ پس جب وہ صفات کامل اور حقیقی طور سے آپ میں موجود ہیں جو اگلے انبیاء میں تھے تو پھر آپکو ان حدیثوں کا مصداق بننا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

ان متفرق باتوں کا جواب دینے کے بعد میں مولانا کی اس نذر کا جائزہ لیتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ کھرے میں کھوٹ ملانا کیسا خطرناک کام ہے مولانا نے ترمذی کی ایک حدیث پیش کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک نبی کے دو وزیر اہل السماء سے ہوتے ہیں اور دو وزیر اہل الارض سے۔ رسول اللہ فرماتے ہیں زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر و عمر ہیں اسپر مولانا پوچھتے ہیں کہ حضرت اقدس کے دو وزیر کون سے ہیں اور پھر اشارتاً جتایا ہے کہ ایک میں ہوں۔ مولانا سنئے! آپنے ترمذی کی ایک حدیث پیش کی ہے میں آپکے سامنے صحیح مسلم کی ایک حدیث پیش کرتا ہوں دیکھو مسلم جلد اول باب فی قول النبی انا اول الناس یشفع فی الجنة وانا اکثر الانبیاء تبعا) قال انس بن مالک قال رسول اللہ صلعم انا اول شفیع فی الجنة لم یصدق نبی من الانبیاء ما صدقت وان من الانبیاء نبیاً ما صدقه من امته الا رجل واحدٌ (انبیاء میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ صرف ایک ہی آدمی نے انکی تصدیق کی) اب فرمائیے کہ جسکا ایک ہی مصدق ہو تو دو وزیر کہاں سے آئینگے آپ علماء امروہہ سے بھی مشورہ فرمالیجئے جن سے نیا نیا اتحاد پیدا کیا ہے اور ان دونوں حدیثوں میں توفیق کر دیں پھر آپ کو ہم بتا دینگے کہ حضرت کے وزیر ہیں یا نہیں اگر ہیں تو وہ کون کون ہیں۔ مولانا آپکو یاد ہے کہ وزیر بننے کے شوق میں آپنے برخلاف اپنے موجودہ عقائد کے حضرت کو فی الحقیقت نبی مان لیا ہے اور اگر نہیں مانا تو وزارت آپکی باطل ہوئی جاتی ہے۔ اور ہم تو حضرت اقدس کو نبی اور دیگر دلائل سے ثابت کرینگے اور ہارون وزیرا الایہ پڑھ کر بتا دینگے کہ قرآن مجید میں بعض نبیوں کا ایک ہی وزیر آیا ہے پھر جن مسلمہ نبیوں کے وزیر آپ کو نہ ملینگے انکی نبوت سے بھی آپ کو انکار فرمانا پڑیگا مولانا یہ اعتراض کرتے ہوئے دوسری احادیث پر بھی [illegible] مثلاً لکل نبی رفیق [illegible] یہ بھی ترمذی کی حدیث ہے ہر ایک نبی کا ایک رفیق ہو [illegible] جیسے راوی [illegible] حدیث سے ہر نبی کا ایک نبی ثابت ہوتا ہے لیکن [illegible] ان کے وزیروں کی [illegible] آپ

نہیں کر سکتے اسلئے سب مسلمات اپنے ان کی نبوت سے بھی منکر ہو جائے۔

دوسری حدیث جناب والا نے اپنے رسالہ علم مشکوٰۃ کی فصل ثالث سے نقل کی ہے لن یقبض نبی حتی یری مقعدہ من الجنۃ ثم یخیر قالت عائشۃ فکان اٰخر کلمۃ تکلم بہا النبی صلعم قولہ اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ۔ یہ نیا اعتراض نہیں جو مولٰنا نے پیش کیا ہو اس سے پہلے کھلے کھلے لفظوں میں ہمارے فاضل امروہی محمد حسین بٹالوی کی وکالت کرچکے ہیں یہ فرما کر کہ حضرت کی موت فجاءۃ (یکایک) واقعہ ہوئی۔ گویا آپکو نہ وصیت کا موقعہ ملا۔ نہ خدا کی طرف سے اطلاع ہوئی کہ وفات قریب ہے نہ آپکو قبر دکھائی گئی نہ آپکو تخییر دی گئی کیونکہ آپ نے وفات کے وقت اے میرے پیارے اے میرے پیارے جوڑی نہیں کہا مگر جو لوگ احمدی ہیں اور لکیلا یعلم بعد علم شیئا اضلہ اللہ علی علم کے مصداق نہیں ہوئے وہ جانتے ہیں اور صدق دل سے مانتے ہیں کہ یہ سب باتیں جو رسول اللہ یا ہر نبی کے متعلق پیش کیجاتی ہیں وہ مسیح موعود میں بھی پائی گئیں اور ہم ان کے چشم دید گواہ ہیں اگر کوئی دیکھکر اندھا ہو جائے تو اسکی قسمت سنیئے مولٰنا۔ حدیث کے پہلے ٹکڑہ کا ترجمہ یہ ہے کوئی نبی نہیں مرتا مگر دکھایا جاتا ہے اسے جنت سے ٹھکانا اسکا اب بتائیے آپ کے پاس کیا ثبوت ہے اسکا کہ حضور کو موضع قبر نہیں دکھایا گیا اور کیا ثبوت ہے اس بات کا کہ ہر نبی بیان کر دیا کرتا تھا کہ مجھے مقعدہ من الجنۃ دکھایا گیا تاہم میں آپکو حضرت کا ایک کشف دکھاتا ہوں جو یہ ہے "مجھے ایک جگہ دکھلا دی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہوگی ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے تب ایک مقام پر اس نے پہنچکر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اسکی تمام مٹی چاندی کی تھی تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دکھائی گئی اور اسکا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں" (رسالہ الوصیۃ صفحہ ۱۵)

اب فرمائیے کہ یری مقعدہ من الجنۃ کے مطابق آپکو اپنی قبر دکھائی گئی یا نہیں تعجب ہے کہ اور تو کسی نبی کا آپ حوالہ نہ دے سکیں کہ اسنے کبھی بیان کیا ہو کہ اسے موضع قبر قبل از وفات دکھایا گیا آنحضرت صلعم مرض موت میں بیان کریں اور حضرت مسیح موعود جنہیں تین سال پیشتر مقعدہ من الجنۃ دکھایا گیا انہیں آپ نبی نہ مانیں بجائیکہ الوصیۃ اڑھائی سال پیشتر شائع فرما چکے ہیں دیکھو اسمیں کسقدر صراحت سے آپ اعلان فرماتے ہیں۔ "خدائے عزوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات قریب ہے اور اس بارہ میں اسکی وحی اسقدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا ہے" (الوصیۃ ص ۲) ۳ سال پہلے یہ کھلی کھلی خبر ہو پھر کسقدر ظلم کتنا ستم کیسی بے انصافی ہے کہ آپکی موت کو فجاءۃ قرار دیدیا جائے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں وہ خطبہ فرمایا

جس کا ایک نکتہ آپ نے نقل کیا کہ ایک بندے کو دنیا و آخرت میں تجویز دی گئی ہے مگر چونکہ آپ کے ایک غلام پر کسی احسان فراموش نے اعتراض کرنا تھا اسلئے اس نے اڑھائی سال پہلے اعلان فرمایا کہ میرا زمانہ وفات قریب ہے اور بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں پھر اسی الوصیت میں بتا دیا کہ میں آخرت کو اختیار کر چکا ہوں چنانچہ فرماتے ہیں:-

"تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اسکا آنا تمہارے لئے بہتر ہے × × × اور وہ دوسری قدرت نہیں جا سکتی جبتک میں جاؤں × × سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اسکے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے" (الوصیت)

یہاں حضرت اقدس نہ صرف اپنی وفات کی خبر دیتے ہیں بلکہ دنیا کی بجائے آخرت کی زندگی اختیار کرنے کی وجہ بھی بتلاتے ہیں اور ہمیں تسلی دیتے ہیں کہ اسمیں تمہارا فائدہ ہے تم غمگین مت ہو میرے جانیکے بغیر وہ دائمی وعدہ کا دن نہیں آسکتا اسقدر تصریح اور آپ ہیں کہ یہی رٹے جاتے ہیں کہ حضرت کی موت فجاءۃً واقع ہوئی اور آپ کو تخییر نہیں دی گئی۔ آخر حضرت عائشہ نے آنحضرت صلعم کی تخییر کیونکر سمجھی وہ حدیث سے واضح ہے جسے آپ چھوڑ گئے خیر اب میں لکھے دیتا ہوں آپ کو تکلیف نہ ہو مشکوٰۃ ہی سے دیکھ لیجئے قالت عائشۃ فلما نزل بہ ورأسہ علی فخذی غشی علیہ ثم افاق فاشخص بصرہ الی السقف ثم قال اللھم الرفیق الاعلی قلت اذن لا یختارنا قالت وعرفت انہ الحدیث الذی کان یحدثنا بہ وھو صحیح۔ بخاری باب مرض النبی میں ہے ظننت انہ خیر یعنے موت نازل ہو گئی حضور انور کو غشی طاری ہو گئی آنکھیں چھت کو لگ گئیں تب آپ نے افاقہ میں اللھم الرفیق الاعلی کہا تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے گمان کیا کہ آنحضرت کو تخییر دی گئی۔ حضرت عائشہ کا تو یہ ایمان اور عورت ہو کر ایسی ذہانت کہ صرف اللھم الرفیق الاعلی سے سمجھ جاتی ہیں کہ انہ خیر اور آپ کا یہ حال کہ اڑھائی سال پہلے پکار پکار کر کہا جاتا ہے میری وفات قریب ہے میرا جانا ضروری ہے اور آپ موت فجاءۃً قرار دے رہے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ انہ خیر مولانا اسوقت نہیں سمجھے تو حضرت اقدس جس وقت اپنی مرض الموت میں فرما رہے تھے میرے پیارے اللہ اسی وقت سمجھ جاتے کہ انہ خیر اس پر میری گواہی نہیں آپ ہی کے رفیق اور ہم مذہب و ہم عقیدہ کی روایت ہے جو بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء میں چھپ چکی ہے۔

"اس عرصہ میں حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام یہی کہتے رہے اے میرے پیارے اے میرے پیارے اے میرے پیارے اللہ اے میرے پیارے اللہ اور یہی الفاظ بڑے محبت بھرے لہجہ میں آپ کہتے رہے" ۲ صفحہ ۲ بدر

پس اگر اللھم الرفیق الاعلیٰ سے یہ استدلال ہو سکتا ہے کہ اللہ خیر تو لے میرے پیارے اللہ سے بھی یہی استدلال ہو سکتا ہے کہ اللہ خیر اور الوصیۃ میں تو اور بھی تصریح موجود ہے ہاں اگر آپ کے پاس حضرت اقدس کے متعلق کوئی ایسی شہادت یا ایسی تحریر موجود ہو جس سے یہ ظاہر ہو کہ آپکو جب وفات کی خبر دیگئی تو آپ نے جناب باری میں عرض کیا کہ مجھے اسی دنیا میں زندہ رکھئے اور یہ خواہش قبول نہ ہوئی تو آپ پیش فرمائیے اسکے برخلاف سنت کو پسند فرمانے کا ثبوت تو مہینے دیدیا ہے اخیر میں یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے لئے دو وزیروں کا ہونا یا قبل از وفات انھیں تخییر دیا جانا اور بات ہے اور ان دو وزرا کی تعیین کر کے اپنی امت کو بتانا اور ہی تخییر اور موضع قبر کا نہیں بیان فرما دینا اور بات ہے دونوں میں فرق ہے عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں آتا پس ہمارے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہم وہ دو وزیر بتا بھی دیں اور ایسے ہی یہ ثبوت دیتے پھریں کہ حضرت مسیح موعود نے بیان کیا کہ مجھے قبر دکھائی گئی یا کہ مجھے تخییر دیگئی گو آپ کی اس خواہش کو پورا کر دیا ہے مگر تاہم ہم پر یہ لازم نہیں تھا فافہم

تیسری حدیث آپ نے جو پیش کی ہے وہ آپ کے سرمایۂ علم و فضل مشکوۃ میں بایں الفاظ ہے فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انک لابنۃ نبیؐ وان عمک لنبیؐ وانک لتحت نبیؐ (باب مناقب ازواج النبیؐ) اس حدیث پر ہمارے مولنا کو استقدر ناز ہے کہ وہ مجھے لکھتے ہیں کہ اسے تمام علماء قادیان کے پیش کر دینے کے بعد کر اس پر غور کیا ہے نہیں سمجھ سکا کہ یہ حدیث آپ کے کیونکر مفید مطلب ہے آیت ننکسہ فی الخلق تو سچ ہے مگر اسکے یہ معنے کیوں کئے جائیں کہ ایک عمر رسیدہ پیر دنا بالغوں کی ایسی باتیں کرنے لگجاتا ہے مولنا نے اسی مشکوۃ کے حاشیہ پر لکھا ہے انکؐ لابنۃ نبی وکانت صفیۃ بنت حیی بن اخطب الیھودی من سبط ہارون ... عمھا موسیٰ علیھما السلام۔ اگر آپ اس حدیث سے یہ سمجھے ہیں کہ رسول اللہ نے حیی بن اخطب کو نبی فرما دیا۔ یا مجازی نبی بنایا۔ تو یہ آپ کی خوش فہمی ہے آپ تو اسے نبی نہیں مانتے جو خدا کی طرف سے نبی کا خطاب دیا گیا۔ اور جسے نبی کریم نے نبی فرمایا۔ یا اب یہ تنزل کہ ایک یہودی کو ان معنوں میں نبی بنا دیا جن معنوں میں مسیح موعود کو نبی مانتے ہو یعنی مجازی۔ مولنا اس حدیث میں ام المومنین صفیہ کا رشتہ ابے عم بعید سے بتایا ہے اور اسمیں کسی کو اختلاف نہیں کہ ہارون اور موسیٰ فی الحقیقت نبی تھے جیسا کہ آنحضرت صلعم سچے نبی تھے پس یہاں تو مجازی کا سوال ہی نہیں مجاز کا استعمال ہو سکتا ہے تو اب اور عم پر نہ کہ نبی پر۔ پس اس سے مسیح موعود کی مجازی نبوۃ آپ کے مسلمہ معنوں میں کیونکر ثابت ہوگئی۔

یہ تو ہے آپ کی تین حدیثوں کا جواب۔ اس کے بعد چند اور متفرق باتیں ہیں جنمیں سے ایک تو تشحیذ ماہ [illegible] ۱۹۱۰

کا حوالہ ہے جسمیں سیدنا حضرت محمود زیر آیت خاتم النبیین وکان اللہ بکل شئی علیما لکھتے ہیں "یعنی ہم نے آپکو خاتم النبیین
بنایا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی آئے گا" اسپر مولانا بڑے دعوی سے لکھاتے ہیں یہ ہے پہلا عقیدہ
صاحبزادہ صاحب کا۔ مولانا جہاں سے آپ نے یہ حوالہ نقل کیا اسی سے دو سطر اوپر پڑھ لیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہاں کس
قسم کے نبیوں کے آنیکا امتناع ذکر ہوا لیجئے میں ہی نقل کئے دیتا ہوں۔ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے
بعد اب کوئی شخص نہیں آئیگا کہ جسکو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا جائے اور وہ آپکی تعلیم کو منسوخ کر دے اور نئی شریعت جاری کر دے"
صفحہ ۱۵۱۔ اسی بات کا لحاظ اگر آپ انجام آتھم میں کر لیتے تو آپ غلط فہمی میں نہ پڑتے دیکھئے وہاں بھی ومن قال بعد رسولنا
وسیدنا انی رسول علی وجہ الحقیقۃ والافتراء وترک القرآن واحکام الشریعۃ الغراء فہو کافر کذاب
ہم میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ مسیح موعود کی نبوت صاحب نئی شریعت جدیدہ ہے جو قرآنی احکام کو ہم سے
چھڑاتی ہے بلکہ ہم تو براہ راست نبوت کے بھی قائل نہیں تو یہ اعتراض ہم پر کیسے وارد ہو سکتا ہے لیجئے مولانا آپکے علمی مسائل کا جواب
تو ہو چکا۔ اب باتیں ایسی ہیں جو خاص میری ذات سے متعلق ہیں ایک تو آپنے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ میں کتاب سنت کا علم
آپکے حضور حاضر ہو کر پڑھوں بہت اچھا مولانا اگر مسیح موعود اور خلیفہ اول کے قدموں میں رہکر آپکے افاضات قدسیہ کی گنجائش باقی ہو
تو مجھے کچھ عذر نہیں لیکن آپ مجھے کس کتاب سنت کی تعلیم دینگے ایک تو آپکی وہ کتاب و سنت ہو جسکی رو سے آپنے خواجہ
کمال الدین صاحب وغیرہ کو دجال لکھا تھا اور حضرت خلیفہ ثانی کی بیعت کی تھی۔ مگر ایک ہزار دلائل بھی کتاب و سنت سے
آپکے پاس تھے اگو بعد میں کہدیا کہ وہ تو صرف زبانی جمع خرچ تھا) یا اس کتاب سنت کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
الف آخر میں محض اسلئے مبعوث ہوئے کہ آپ سے استفادہ کریں اور آپکی پہلی ہستی پر تو آپکا ایمان ہو مگر آخری وحی ضعیف
احادیث سے بھی بڑھکر ناقابل اعتبار و سند ہے پھر آپکے دماغی تموجات کا کچھ ٹھیک نہیں کبھی تو آپ معلم بننا چاہتے ہیں اور
کبھی متعلم چنانچہ کچھ عرصہ ہوا کہ آپنے سیبویہ وغیرہ پڑھنے کی درخواست کی تھی دوسرے آپنے مجھے عبد الودود عالم بنا دیا ہے
اور عزیز یعقوب کی موقوفی کا رونا روتے ہوئے میری نسبت ارشاد کیا ہے کہ شاید تمہیں بھی اپنے موقوف ہونیکا خطرہ
ہے مولانا آپ بزرگ ہیں میں کچھ عرض کروں تو بے ادبی کا خوف ہے باقی رہا عزیز صداقت اللہ عن
الشرد العیہ کے وظیفہ کی بندش سو گستاخی معاف! مولانا یہ تو آپ ہی کا نافذ کردہ حکم ہے شاید آپ کو یاد نہ ہو مجھے
یاد پڑتا ہے۔ فاضل ایم۔اے کے وظیفے کی بندش کے متعلق سب سے پہلے آپ ہی نے تحریک فرمائی تھی۔ اگر انکار
فرمایا تو پھر شاید اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی ثبوت پیش کرنے کی راہ بھی کھول دے گا۔

اکمل عفا اللہ عنہ
[illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

لال شربت

اگر آپ اپنے بچوں اور عزیزوں کو تندرست رکھنا چاہتے ہیں تو لال شربت پلادیں کلیجہ کی کمزوری کھانسی اور لاغری کو دور کرنا چاہتے ہو تو لال شربت پلادیں بچے سے ضعیف تک کو دوا یکساں فائدہ کرتی ہے پینے میں شیریں اور رنگ ہونے کی وجہ سے بچے خاصکر بہت خوشی سے پیتے ہیں آپ بھی اپنے بچوں اور عزیزوں کو آزمائش کیلیے قیمت فی شیشی ۲ ار محصولڈاک ۴ر تین شیشی کی قیمت عا محصولڈاک ۱۰ اسر

قوت کی گولیاں

۲۷ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہورہی ہیں طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اسٹکنیا ۔ ڈامینیا ملاکر یہ گولیاں بنتی ہیں اسلیے مغز ریڑھ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعوی رکھتی ہیں زیادہ محنت جوانی کی خرابی بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو۔ ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے بدن میں قوت فرحت میں گرمی معلوم ہوتی ہے ۔ چہرہ پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۔ ۲۵ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ عہ (?) محصولڈاک ایسی چار شیشی تک ۵ر

دیکھیے ایڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں میں نے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کرکے ۲۵ گولیاں منگوائیں ایکے تیر بہدف اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے تیس روپیہ چاہیے تھی ۔

المشتہر

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ